وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَھْتَدُوْنَ ۞ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ

رسالہ

مسح رجلین

مؤلفہ

رئیس المبلغین، عمدۃ الواعظین عالی جناب مولینا مولوی مرزا یوسف حسین صاحب قبلہ صدر الافاضل، ملا فاضل دبیر کامل مبلغ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

بجواب رسالہ

غسل الرجلین

از تالیفات مولوی نور احمد صاحب سنی برسالہ عاجلہ تحقیق الکاملہ

حسب فرمایش

منیجر امامیہ کتب خانہ لاہور

تقریظ

افضل العلماً اکمل الفضلا افقہ الفقہاً اسوہ المتکلمین المتاہلین زبدۃ المتورعین العارفین

مولانا و مقتدانا مولوی سید نجم الحسن صاحب قبلہ مجتہد العصر والزمان مدظلہ العالی ؛

باسمہ سبحانہ

میں نے رسالۂ مسح رجلین بہ جواب غسل رجلین مؤلفہ ذی الفضائل والفواضل فخر الاماثل ثالث النیرین جناب مولانا مرزا یوسف حسین صاحب صدر الافاضل و ملا فاضل و دبیر کامل از اول تا آخر دیکھا ہے، ماشاء اللہ باوجود قلت وقت و کثرت اشغال و ہجوم افکار اپنے طرز میں بے مثل و بے نظیر ہے، اور حوالجات صحیح و درست ہیں، اور عبارت نہائت دلچسپ رنگ زمانہ کے موافق اور جوابات پختہ ہیں، آپ کی محنت قابلِ قدر ہے، امید ہے، کہ مومنین اس سے فائدہ اٹھا کر ممدوح کی حوصلہ افزائی فرمائیں گے ؛

نجم الحسن عفی عنہ

نقل مہر

سنہ
لا الٰہ الا اللہ ولی المنن
نجم الحسین ۱۳۰۸ھ
السید [illegible]

وجہ تالیف

برادران اسلام غسل رجلین یا مسح رجلین ایسا مسئلہ ہے جو نہ صرف شیعہ اور اہل قرآن بلکہ مدت سے شیعہ و سُنّی بلکہ خود اہلسنت والجماعت میں مختلف فیہ ہے۔ اور کثیر التعداد کتابیں مسح رجلین کے ثبوت میں لکھی جاچکی ہیں۔ جن کو دیکھ کر ہر منصف مزاج مسلمان بآسانی حق و باطل میں فیصلہ کرسکتا ہے۔ اس کے بعد عاصی کو قلم اٹھانے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن صلح پسند ہوتے ہوئے ہمارا یہ اصول ہے کہ جب کوئی کتاب یا رسالہ ہماری مخالفت میں شائع ہوتا ہے۔ تو ہم اس کا دندان شکن جواب دے کر اپنے ہر مخالف کو قیامت تک کے لئے لاجواب کر دیتے ہیں اور پبلک کو حکم قرار دے کر حق اور باطل کا فیصلہ کرلیتے ہیں۔ اتفاق سے حال میں شہر ڈیرہ اسماعیلخاں میں ایک رسالچی فرقہ اہل قرآن کی جانب سے غسل رجلین کے نام سے شائع کی گئی ہے جسنے ایک خانہ ساز ملاں سنے سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے غلط عقائد کا یقین دلا کر ان کو دام تزویر میں گرفتار کرنا چاہا ہے۔ اسلیئے حسب فرمائش جناب مولوی حسین بخش صاحب ڈیرہ اسماعیلخاں کمترکو ضرورت محسوس ہوئی کہ مختصر الفاظ میں مولوی صاحب کی قابلیت اور قرآن دانی کی قلعی کھولتے ہوئے قرآن مجید و نیز احادیث اہل سنت و عقاید اہل جماعت سے غسل رجلین کو غلط اور مسح رجلین کو صحیح ثابت کرکے یہ تحفۂ ناچیز انجمن موید العلوم مدرسۃ الواعظین کی خدمت میں پیش کروں۔ اگر برادران اسلامی نظر انصاف سے ہر دو رسالوں کا مقابلہ کرکے ملاحظہ فرمائینگے تو غالباً شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے گی۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ وھو حسبی ونعم الوکیل۔

مرزا یوسف حسین عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا ونبینا ابی القاسم محمد اشرف المرسلین۔ وآلہ الطیّبین الطاہرین المعصومین واصحابہ الاخیار الابرار الاتقیاء الصلحین المنتجبین

قبل اس کے کہ ناظرین کی توجہ کو رد وتنقید کی طرف مبذول کیا جائے یہ سمجھ لینا اور سمجھا دینا نہایت ضروری ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو اہل الذکر والقرآن کہلاتے ہیں اور صرف اوہام بیجا اور جاہلانہ خیالات پر آیات قرآنی فروخت کرکے اپنے شکم سیر کرنے کی فکر میں ہیں جب وہ عربی الفاظ کے زیر زبر کی شناخت نہیں کر سکتے صفت موصوف معطوف معطوف علیہ میں فرق نہیں سمجھتے۔ اپنی زبان کے صحیح وغلط سے ناواقف ہیں۔ تو قرآن مجید ایسی معجز کتاب کے پڑھنے اور سمجھنے کا دعویٰ کیونکر کر سکتے ہیں اور آیات کا مطلب بیان کرنے کا انہیں کیا حق حاصل ہے۔ مثال کے لئے چند جملے ملاحظہ ہوں۔ جو مشتے نمونہ از خروارے کے مصداق ہیں۔ ورنہ اس رسالچی کی ہر سطر کو دیکھئے اس میں بے قاعدگیوں کے ڈھیر اور غلطیوں کے انبار نظر آئینگے

مولوی عرب کی عربیت سب سے پہلے رسالہ کا نام (غَسلِ رِجلَین) تحریر کیا گیا ہے۔ کوئی پوچھے کہ غَسَلِ کو کیونکر پڑھا جائے فتحہ یا جزم۔ اس کے بعد (جَ) پر بجائے جزم کے زبر ہے یہ کس لغت میں ہے اس کے بعد (نَ) پر زبر ہے نہ معلوم تثنیہ کے نون کا فتحہ کس نحو میں لکھا ہے اس کے بعد ط کا نشان ہے جو قرآن شریف کے رہا کے مانند ہے شاید مولوی صاحب نے غسل رجلین کو بھی آیت قرآنی خیال کیا ہے۔ اگر قرآن اسقدر ارزاں

ہو جائے گا۔ تو شاید ساری کتابیں قرآن ہو جائیں گی اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں (برسالۂ عاجلہ) عاجلہ اسم فاعل مؤنث ہے۔ جسکا مذکر عاجل ہے عاجل کسی ذی روح کی صفت ہو سکتی ہے۔ نہ رسالہ کی۔ رسالہ تو ایک ذی روح کا فعل ہے اس کے بعد تحریر ہے۔ (بہ تحقیق الکاملہ) واہ ری قواعد دانی۔ نہ معلوم کہ کاملہ تحقیق کی صفت ہے۔ یا مضاف الیہ۔ اگر صفت ہے تو معنے درست ہو جائیں گے۔ مگر صفت موصوف میں مطابقت لازم ہے۔ یہاں تحقیق معرّیٰ عن اللام ہے۔ اور کاملہ پر الف ولام ہے یہ دونوں صفت وموصوف کیونکر ہوئے اور اگر تحقیق مضاف اور الکاملہ مضاف الیہ ہے۔ تو اس کے یہ معنے ہوتے ہیں۔ (کاملہ کی تحقیق) کوئی با فہم مجھے بتلائے کہ اس کا کیا مطلب ہوا۔ بر این عقل و دانش بباید گریست۔

قواعد فارسی کا طریقہ ہے کہ صرف حرف بے جار کو داخل کرکے کسی نسبت کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ لیکن اس رسالہ میں یہ کافی نہ سمجھا گیا۔ بلکہ ایک الف اضافہ کرکے یہ لکھا گیا ہے۔ (باہتمام انجمن اہل الذکر والقرآن) کوئی بتلائے کہ اس الف سے کیا فائدہ ہوا اور کس قاعدہ سے بڑھایا گیا۔ اس کے بعد لفظ (اہل الذکر والقرآن) خاص طور سے قابل ملاحظہ ہے۔ اس لئے کہ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون اگر تم کو کسی نہ معلوم ہو تو اہل الذکر سے سوال کرو۔ اہل نفس کا گروہ اپنے آپ کو اہل ذکر بنانا چاہتا ہے۔ مگر اس کو یہ خبر نہیں کہ چاند پر خاک ڈالنے سے اُس پر کچھ اثر نہیں ہوتا بلکہ خاک اپنے منہ پر پڑتی ہے۔ ملاں کو یہ خبر نہیں کہ یہ آیت چودھویں صدی کیلئے نازل ہوئی ہے یا اس سے پہلے بھی نافذ العمل تھی۔ اگر نہ تھی تو کیوں کیا قرآن مجید کا کوئی ایسا حکم بھی ہے۔ جو پہلے نافذ العمل نہ تھا۔ اور اگر پہلے بھی نافذ العمل تھی۔ تو اُس وقت کونسے اہل الذکر والقرآن تھے۔ جن سے سوال کرنا مخلوقات پر فرض تھا۔ اس لئے کہ اس مذہب کا ایجاد مولوی عبداللہ چکڑالوی نے تو اب کیا ہے۔ نیز ہر مذہب حق کے لئے یہ ضروری ہے کہ اُس کے اصول ایسے ہوں جن کے قبول کرنے کیلئے ہر شخص تیار ہو جائے

وہ مذہب نہیں جس میں صرف چند آدمی حصہ لے سکیں اور باقی محروم رہیں۔ فاسئلوا اھل الذکر کا مطلب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں کچھ لوگ سائل ہوں اور کچھ مسئول جن سے سوال کیا جائے۔ اگر تمام دنیا اہل ذکر بن جائے گی تو سب مسئول ہو جائیں گے۔ یہ بتلاؤ کہ پھر سوال کون کرے گا۔ معلوم ہوا کہ اس مذہب کی تعلیم یہی ہے۔ کہ سب لوگ یہ مذہب نہ اختیار کریں۔ ورنہ قرآن کی آیت جھوٹی ہو جائے گی۔ نیز اہل الذکر سے اس لئے سوال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کہ سائل جاہل اور جن سے سوال کا حکم ہے وہ ایسے عالم ہیں کہ کسی مسئلہ کے جواب میں بند نہیں ہو سکتے۔ اور اگر کسی ایک مسئلہ میں بھی لاجواب رہ جائیں گے۔ تو اہل الذکر کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ نام نہاد اہل قرآن کے عوام تو عوام خواص کا یہ حال ہے۔ کہ وہ زبان اردو سے بھی پورے طور سے واقف نہیں تلفظ تک درست نہیں۔ زیر زبر حرکت رسکون سے بھی ناآشنا ہیں۔ اُس پر اہل الذکر بننے کی تمنّا ہے۔ مخاطب کو یہ خبر نہیں کہ خدائی عہدے تمناؤں پر نہیں ملتے بلکہ ظرف پیمائی۔ استحقاق پر ملتے ہیں۔ جناب اقدس الٰہی قد دیکھ کر جامہ بیونتّا ہے۔ جس کو جو خلعت دیا اس کی شان دیکھ کر دیا۔ جس کو جو تاج مرحمت فرمایا۔ اس کی استعداد دیکھ کر مرحمت فرمایا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو چالیس انگوٹھیوں پر اتما جیسی چالیس آیتیں اُتر آتیں۔ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔ (در مطبع کمرشل سٹیم پریس ڈیرہ اسماعیلخان چھاونی میں چھپا) یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ جملہ فارسی ہُوا یا اردو کیونکہ اول میں (در) اور آخر میں (میں) ہے۔ لفظ در کو فارسی میں (در) اردو میں (میں) عربی میں (فی) پنجابی میں (وچہ) انگریزی میں (ان in) کہتے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ در اور میں ہم معنے ہیں۔ لیکن مذکورہ بالا رسالچی میں ایک ہی جملہ میں دونوں حرف استعمال کئے گئے ہیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ جملہ کس قاعدہ سے درست ہُوا۔

یہ صرف ٹائیٹل کی غلطیاں تھیں جو پیش کی گئیں جو رسالہ کا پہلا صفحہ اور خانہ ساز مذہب کی حقیقت کا سرورق اور نمونہ ہے۔ تو ظاہر ہے کہ سارے

گلشن کی سیر کر کے کس قدر گل چینی کا موقع ملے گا۔

صفحہ ۱۲ پر مولوی صاحب بمقتضائے اقرار العقلاء علیٰ انفسھم خود اپنی ناقابلیت کا اقرار اس طرح فرماتے ہیں (باوجود علمی مصالحت یا کتب کے نہ ہونے کے) معلوم ہوتا ہے۔ کہ ڈیرہ میں نہ آپ کے پاس کتابیں موجود تھیں نہ دماغ میں علم کا خزانہ موجود تھا۔ بلکہ دونوں کو وطن میں چھوڑ آئے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر حمل اسفار اور وزن علم نہ تھا تو دونوں کو بازار سے خرید لیا ہوتا۔ یا بذریعہ وی پی وطن سے منگا لیا ہوتا۔ اپنے جہل کے جوہر دکھا کر مخلوقات کے گمراہ کرنے پر کیوں کمر باندھلی۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں (رجوع کر نقل و عقل کے بالکل خلاف ہے) اب تک تو آپ کا گروہ صرف قرآن کے نام کے سہارے جیتا تھا۔ اور عقل کا ہمیشہ دشمن رہا اب آپ عقل کا بھی نام لیتے ہیں۔ یہ عقل کیسے یاد آگئی اگر ایسا ہے تو اب آپ کو اپنا نام بدلنا پڑے گا۔ اور یہ کہنا پڑے گا "اہل العقل والذکر والقرآن" ساتھ ہی ساتھ قرآن شریف میں تحریف کرنا پڑے گی۔ اور بجائے فاسئلوا اھل الذکر کے اھل العقل والذکر والقران کہنا پڑے گا +

آیۂ وضو کا مصنوعی ترجمہ

ص۱۳ پر آیۂ وضو کا یوں ترجمہ فرماتے ہیں۔ (اے ایمان والو جب تم نوم سے قرآنی نماز کے لئے ہشیار ہو جاؤ الخ) کیوں مولوی جی صرف نوم کے بعد وضو، واجب ہے اگر پائخانہ یا پیشاب کو جاؤ یا تمہاری ریح صادر ہو جائے تب تو وضو نہ کرو گے؟ آیت میں صلوٰۃ کا لفظ ہے یہ "قرآنی نماز" کس لفظ کا ترجمہ ہے اور صلوٰۃ کے یہ معنے کس صدی سے ایجاد ہوئے۔ اور کس لغت میں ہیں "ہشیار ہو جاؤ" کس لفظ کا ترجمہ ہے آفرین اس سمجھ پر قرآن دانی کا دعویٰ ہے۔ افسوس



آیہ وضوٗ کی انوکھی ترکیب

جب کوئی شخص کسی مطالب کے ثابت کرنے کے لئے قلم اٹھاتا ہے۔ تو پہلے مخالف کا قول پیش کرکے اُس کی تردید کرتا ہے اس کے بعد اپنا مدعا ثابت کرتا ہے۔ لیکن مولوی جی ان منزلوں سے اس طرح صاف گذر جاتے ہیں۔ کہ مخالف کی ہوا بھی نہیں لگتی۔ نہ اُن کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ نہ ترکیب بیان کی جاتی ہے نہ اُن کے ادلہ بیان کرکے اُن کی تنقید کی جاتی ہے۔ بلکہ یکایک اپنا غلط سلط سبق سنانا شروع کردیا جاتا ہے خیر اگر ایسا کیا تھا تو کاش خود ہی دیانت داری سے کام لیا ہوتا۔ ترجمہ صحیح کیا ہوتا ترکیب درست بیان کی ہوتی۔ اگر یاد نہ تھی تو کسی شرح مائۃ عامل کے طالب علم سے دریافت کرلیا ہوتا۔ یا لکھ کر اُسے دکھالیا ہوتا۔ کہ کہیں ترکیب غلط تو نہیں۔ اور اگر کوئی اس قابل نہیں ملا تو میرے شاگردوں سے جو ڈیرہ وحوالی ڈیرہ میں موجود ہیں پوچھ لیا ہوتا انشاء اللہ وہ بخل نہ کرتے۔ اور صفاء قلب سے صحیح راستہ پر لگا دیتے۔ کیونکہ یہ رسالہ پبلک کے سامنے پیش ہونا تھا۔ آخر پبلک میں سب تمہاری طرح اَن پڑھ نہیں بلکہ کچھ لوگ لکھے پڑھے بھی ہوتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ قلعی کھُل جائے اور ریت کی عمارت دریا کی ایک ہی موج میں بہ جائے۔ اور ساری محنت برباد ہوجائے لیکن آپ تکبّر کے نشہ میں ایسے سرشار ہوئے کہ سعدی شیرازی کا یہ مشہور شعر بھی یاد نہ رہا ؎

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالیست — شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

اب میں آیہٗ وضوء مع انوکھی ترکیب کے پیش کرکے اُس کی فاحش غلطیاں ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ یا ایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین (اغسلوا فعل بافاعل وجوہ مضاف کُم مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے

مل کر معطوف) یہ غلط ہے اس لئے کہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ ہُوا۔ (وَ حرف عطف ایدی مضاف کُم مضاف الیہ مضاف الیہ اپنے مضاف سے ملکر معطوف) واہ کیا کہنا آپ کو معطوف کے سوا کچھ یاد ہی نہیں۔ ہر پھر کے ہر شئے معطوف ہی بنتی ہے۔ کیوں مولوی جی بحث توابع میں عطف کے دو جزو بیان کئے گئے ہیں پہلے کو معطوف علیہ اور دوسرے کو معطوف کہتے ہیں۔ تب دونوں مل کر فاعل یا مفعول وغیرہ بن سکتے ہیں۔ قدرت نے یہی نکاح تجویز کیا تو مرد و عورت کے درمیان تجویز کیا۔ مگر تم نے دونوں مرد یا دونوں عورت تجویز کر لئے یہ بتلاؤ کہ جب دونوں معطوف ہیں۔ تو یہ دونوں کیونکر ملے اور اگر ملے تو مل کر کیا ہوئے۔ اس کے بعد جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ تو نورٌ علیٰ نور ہے (پھر معطوف الیہ اپنے ہر دو معطوفوں سے ملکر مفعول بہ ہُوا) مولوی جی بحث عطف کسی باقاعدہ مولوی سے پڑھو۔ اس میں دوسری لفظ یا جملہ کو معطوف اور پہلے کو معطوف علیہ کہتے ہیں۔ جس کا املاء (ع) سے ہے (الف) کا املاء کیسے ایجاد ہُوا۔ اس کے بعد پھر بھی یہ نہیں کہتے کہ معطوف علیہ اور معطوف سے مل کر۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ دونوں معطوفوں سے مل کر معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس معطوف والی غلطی پر آپ کو اب تک اصرار ہے سچ ہے ضد ہو تو ایسی ہو۔ اور وہ بھی قرآن سے۔ اس کے بعد آیت میں ہے الی المرافق وامسحوا برؤسکم مگر مولوی جی یہ سب بھول گئے اور ارجلکم کو شروع کرکے فرماتے ہیں۔ (وَ حرف عطف ارجل مضاف کُم مضاف الیہ مضاف الیہ مضاف سے ملکر معطوف پھر معطوف الیہ) پھر معطوف علیہ کو معطوف الیہ لکھا۔ اپنا املاء درست کرو پھر بات کرنا۔ کیوں مولوی جی جو ترتیب قدرت نے آیت میں قائم کی تھی۔ وہ درست تھی یا جو تم بدل کر بتا رہے ہو یہ درست ہے کیوں نہ ہو تم سے پہلے تمہارے بڑوں کی بھی یہی کوشش تھی۔ کہ قدرتی ترتیب بدل کر نئی ترتیب قائم کی جائے اور تمہاری بھی۔ شرم۔ شرم۔ شرم۔ وہ کامیاب ہوئے یا نہ ہوئے مگر اب تم کامیاب

نہیں ہو سکتے۔ البتہ اگر کتاب اللہ کو حوالۂ نار کرتے وقت تم موجود ہوتے تو شاید کامیاب ہو جاتے۔ معاذ اللہ خدا کو "وایدیکم" کے بعد "وارجلکم" یاد نہیں رہا۔ مگر مولوی جی کو یاد آگیا۔ مولوی صاحب اگر بہت بھوک لگی تھی تو کسی سے وظیفہ مانگ کر کھا لیا ہوتا۔ آیت کا ٹکڑا تو نہ نوش فرمایا ہوتا۔ اور اگر نوش فرما لیا تو ہضم کر لیتا اُگل نہ دیتا۔ اب تو آپ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ کہنے والے سے بھی سبقت لے گئے۔ کیونکہ وہاں اصلاح نہ تھی صرف توارد تھا اور یہاں اصلاح ہو رہی ہے۔ اگر آپ اُس وقت موجود ہوتے تو دوسرے نمبر کی خلافت آپ ہی کے ہاتھ آتی۔

پھر ارشاد ہے (اپنے ہر دو معطوف سے ملکر مفعول بہٖ ہُوا اغسلوا فعل کا) سے بارہ معطوف کی تکرار سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس کی صحت پر بالکل یقین ہے۔ (الی المرافق میں الی حرف جر مرافق مجرور جار مجرور سے مل کر ظرف لغو ہو کر متعلق اغسلوا کے ہُوا۔ الی الکعبین میں الی حرف جر الکعبین مجرور جار مجرور ملکر ظرف لغو ہو کر متعلق اغسلوا فعل کے ہُوا۔ اور اغسلوا اپنے فاعل اور مفعول اور اپنے ہر دو متعلقین سے ملکر جملۂ فعلیہ انشائیہ معطوف علیہ ہُوا) اقول جب الی المرافق اور الی الکعبین دونوں ایک ساتھ اغسلوا کے متعلق ہوئے تو کسی ایک کو کسی ایک سے خاص تعلق نہ رہا۔ بلکہ ہر جار و مجرور ہر معطوف علیہ اور ہر معطوف سے متعلق ہو سکتا ہے۔ لہٰذا آیت کے یہ معنے ہوئے کہ اپنے منہ کہنیوں اور گٹوں تک دھو اور اپنے ہاتھ کہنیوں اور گٹوں تک اور اپنے پیر کہنیوں اور گٹوں تک دھو تب آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ معطوف علیہا ہُوا۔ مولوی صاحب جب حوالے دیتے ہیں تو مغنی اور مطول کے نام یاد آجاتے ہیں چاہے اصل مسئلہ اُن میں اُن کے مذہب کے برخلاف موجود ہو۔ لیکن جب خود ترکیب کرنے بیٹھتے ہیں تو نحو میر کی کتابچی بھی نہیں یاد رہتی۔ اس لئے کہ علماء نحو نے جملہ خبریہ کی دو قسمیں کی ہیں۔ فعلیہ اور اسمیہ لیکن آج تک کسی نحوی نے جملہ فعلیہ کو جملۂ انشائیہ کے اقسام میں نہیں

بیان کیا۔ بلکہ سب اُس کو جملہ خبریہ کے اقسام میں لکھتے ہیں۔ یہ مولوی صاحب کا خانہ ساز قانون ہے۔ جس کو وہ صرف کتاب جدت سے ثابت کر سکتے ہیں پھر ارشاد فرماتے ہیں۔ وامسحوا برؤسکم میں و حرف عطف امسحوا فعل با فاعل ب حرف جر رؤس مضاف کم مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور ہُوا جار کا اور جار مجرور مل کر ظرف لغو ہو کر متعلق ہُوا امسحوا فعل کے امسحوا فعل فاعل اور اپنے متعلقین سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ معطوف ہُوا) مولوی صاحب کو لفظ متعلقین بہت یاد ہے محل ہو یا نہ ہو یہی استعمال کی جائے گی۔ یہ بتلاؤ کہ وامسحوا برؤسکم میں دو متعلق کون کونسے ہیں۔ صرف برؤسکم ایک متعلق نظر آتا ہے دوسرا کس طرف ہی سنتے ہیں کہ بھینگے کو ایک کے دو نظر آتے ہیں اگر ایسا ہے تو ہو سکتا ہے مگر کہیں یہ صفت ترقی کر کے ایک قرآن کے دو قرآن نہ بنا دے۔ جملہ فعلیہ انشائیہ کا فقرہ اس مقام پر بھی حسب سابق قابل لحاظ ہے۔ تکرار دلیل ہے کہ آپ اسی کو درست تصور کئے ہوئے ہیں۔ اور پھر قرآن دانی کا دعویٰ ہے بس وامسحوا برؤسکم کے بعد مولوی صاحب کو آیت بھول گئی۔ وارجلکم یاد نہیں رہا۔ یا اس لئے ترک کر دیا کہ پیشگی اس کا ذکر فرما چکے ہیں۔

اب مجھے مولوی صاحب سے سوال کرنا ہے کہ نہ صرف علمائے نحو بلکہ تمام عالم کا یہ طریقہ ہے۔ کہ قریب کے ہوتے ہوئے دُور نہیں جاتے۔ اگر قریب خوشگوار اور طاہر پانی موجود ہو تو دُور جانا حماقت ہے۔ گو تمام شہر حاجت مند ہو مگر ہمسایہ کا حق زیادہ ہے۔ قرآن مجید میں بھی جار کا حق مقدم رکھا گیا ہے۔ علماء نحو بھی ہمسایہ کا حق کو مقدم سمجھتے ہیں۔ اگر اور نہیں تو کم از کم ہدایۃ النحو میں بحث تنازع فعلین اُٹھا کر دیکھو تو معلوم ہو کہ نحاۃ کیا کہتے ہیں۔ یہ نزاع بھی اس صورت میں ہے کہ جب معمول ایک اور عامل دو ہوں لیکن اگر پہلا عامل ہے اپنے معمول کے گذر چکا ہو اور دوسرے عامل کا دور شروع ہو گیا ہو تو اب پہلے عامل کو دوسرے کے معمول پر عمل کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ جیسے ایک ملک کا

بادشاہ دوسرے ملک کی رعایا پر حکومت کرنا چاہے یاد رہے کہ جب تک اُس ملک کا بادشاہ بادشاہ ہے۔ اُس وقت تک دوسرا بادشاہ اُس کی رعایا پر حکمرانی نہیں کر سکتا۔ البتہ اگر اُس سے جنگ کر کے اُسے پسپا کر دیا جائے۔ اور حکومت سے معزول کر کے اُس کے ملک پر قبضہ کر لیا جائے۔ تو حکومت ہو سکتی ہے۔ اب بتلاؤ کہ وامسحوا میں عمل کرنے کی طاقت ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہے۔ تو برؤسکم پر کیونکر عمل کیا جائے۔ اور اگر ہے تو ارجلکم اس کے معمول بننے سے کیونکر خارج ہو سکتا ہے۔ غضب کرتے کرتے تم نے اتنی مشق بڑھائی کہ ایک عامل کے معمول کو دوسرے کے حوالہ کرنا چاہتے ہو۔ آج تمام عالم کی حکومتوں کا قاعدہ ہے کہ اگر ایک حکومت کا آدمی دوسری حکومت میں جانا چاہے۔ تو جب تک پاس پورٹ نہ حاصل کر لے اس وقت تک محکوم بنکر دوسرے کے ملک میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ تمہی بتلاؤ کہ اغسلوا بغیر پاس پورٹ حاصل کئے امسحوا کے ملک میں حاکم بن کر کیوں کر قدم رکھ سکتا ہے یاد رہے کہ اگر دوسرے حاکم کے بازو میں زور اور قدموں میں طاقت ہے تو وہ کبھی پہلے حاکم کو آنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ جب حکومتوں کی طاقتیں اس مقام پر ٹوٹ جاتی ہیں تو تمہاری منفردانہ طاقت آیت کے نظم و نسق کو کیا بدل سکتی ہے۔

آیت کیا سے کیا ہو گئی

اب میں آیت وضوء کے خط کشیدہ الفاظ کو حسب ترتیب مولوی صاحب جمع کر کے ناظرین کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ مولوی صاحب نے آیت قرآنی کو کیا سے کیا بنا دیا۔ فاغسلوا وجوهکم وایدیکم وارجلکم الی المرافق الی الکعبین وامسحوا برؤسکم۔ مولوی جی آئندہ قرآن مجید میں یہ آیت اسی طرح درج کر دینا۔ اگر دنیا میں ایسے تحریف کرنیوالے دو چار اور پیدا ہو کر قابو پالیں گے تو کتاب خدا بازار عقل میں پیش کرنیکے قابل نہ رہے گی۔

آیہ وضوء کی صحیح ترکیب

یایها الذین امنوا اذا قمتم الی الصّلوٰۃ فاغسلوا وجوهکم و ایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین لفظ فاغسلوا سے الی الکعبین تک کی ترکیب حسب علوم خادمہ ملاحظہ ہو۔ (ف) حرف تعقیب اغسلوا فعل با فاعل وجوہ مضاف کم مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف علیہ۔ و حرف عطف ایدی مضاف کم مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف معطوف علیہ معطوف سے مل کر مفعول بہ ہوا۔ اغسلوا کا الی حرف جار المرافق مجرور جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا۔ اغسلوا فعل کا رفعل اپنے فاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے ملکر جملہ انشائیہ حکمیہ ہوکر جملہ معطوف علیہا ہوا۔ وَ حرف عطف امسحوا فعل با فاعل بِ حرف جار رؤس مضاف کم مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ سے ملکر معطوف علیہ ہوا۔ و حرف عطف ارجل مضاف کم مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ سے مل کر معطوف۔ معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر مجرور جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا۔ امسحوا کا۔ الی حرف جار الکعبین مجرور جار مجرور سے مل کر متعلق ہوئے امسحوا فعل کے امسحوا اپنے فاعل اور مفعول بہ اور جار و مجرور سے مل کر جملہ انشائیہ حکمیہ ہو کر جملہ معطوفہ ہوا۔ جملہ معطوف علیہا جملہ معطوف سے ملکر جملہ عطفیہ ہوا۔ اگر کوئی شخص اس ترکیب کو غلط ثابت کر دے تو ایک ہزار روپیہ انعام

ترتیب پر اصرار شدید

اس کے بعد مولوی صاحب نے اس امر پر بہت زور لگانا چاہا ہے کہ یہ واو صرف ترتیب کے لئے ہے جس کے لئے کتاب مغنی اللبیب و مطول و کافی وغیرہ کے حوالے پیش کئے ہیں۔ اور مکرر و سہ کرر یہ اصرار ہے

کہ یہ واو صرف ترتیب کے لئے ہے۔ کیوں مولوی صاحب جو واؤ ترتیب کے لئے ہوتا ہے۔ وہ واو عاطفہ ہوتا ہے۔ یا کوئی اور کیا (صرف ترتیب) کا مطلب یہ ہے۔ کہ یہ واو عاطفہ نہیں۔ اگر ایسا ہے۔ تو آپ بتلائیں کہ یہ کونسا واو ہے زور دینے کی اُس امر میں ضرورت ہوتی ہے۔ جو مخاطب کے مضر ہو۔ شیعوں کے دعویٰ کا ثبوت کب عدم ترتیب پر موقوف ہے جو آپ ترتیب ثابت کرنیکے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ اور چاہے عبارت نہ پڑھی جائے لیکن کتابوں کے رٹے ہوئے نام پیش کرکے قابلیت دکھا رہے ہیں کب کسی شیعہ نے آیۂ مذکورہ کی ترتیب کے خلاف وضوء کا حکم دیا ہے۔ ترتیب بدلنا تو آپ کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اگر کوئی با فہم ہو تو وہ مذکورہ بالا ہر دو نحوی ترکیبوں کا مقابلہ کرکے الفاظ خط کشیدہ کو ملا کر دیکھ لے کہ کس نے ترتیب کو قائم رکھا اور کس نے ترتیب بدل دی۔

انوکھی عقل اور نرالا مشاہدہ

قال (اور عقلی و شاہدی دلائل بھی اس ترتیب و معیت کو ثابت کرتے ہیں چنانچہ جس طرح انسان کے اعضا میں پیدائشی تناسب ہے اس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اس کی طہارت بھی بیان فرمائی ہے۔ دیکھو جب انسان پیدا ہوتا ہے۔ تو سب سے پہلے اس کا سر ہی باہر آتا ہے اور اُس کے بعد ہاتھ پھر پاؤں اور ان ہر سہ اعضا میں جو مراتب ہیں۔ وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ دیکھو موہنہ جو اول رحم سے ظاہر ہوتا ہے اُس کے ظہور میں حکیم مطلق کی طرف سے کس قدر حکمتوں کا اظہار ہوا ہے الخ ص۵)

اقول۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولوی صاحب نے ساری زندگی گھر میں بیٹھ کر گذار دی ہے۔ اور کبھی کائنات عالم کا نظارہ نہیں کیا۔ نہ کبھی کسی کی بات سُنی۔ ورنہ ہرگز اس طرح اٹکل پچو کلیہ نہ قائم کر دیتے۔ کہ (سب سے پہلے اس کا سر ہی باہر آتا ہے) مولوی صاحب قدرت آپکے کُلیّوں کی پروا نہیں کرتی۔ آپ اپنے گھر میں کلیئے قائم کرتے رہیئے۔ مگر وہ حکیم مطلق

جس طرح چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ ایک دو نہیں سیکڑوں بچے پیر سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور سب سے پہلے اُن کے پاؤں رحم سے باہر آتے ہیں اگر کبھی نہ سُنا ہو تو کسی زنانہ ہسپتال میں کسی عورت کو بھیج کر دریافت کیجیئے۔ زبان اُردو میں ایسے بچوں کو پائل کہتے ہیں۔ عورتیں آج تک اس سے ٹوٹکا کرتی اور جسکے کمر میں چک آجاتی ہے۔ اس کی کمر میں ایسے شخص کے پیر سے ٹھوکر لگواتی ہیں۔ اور اگر بالفرض آپ کا یہ خانہ ساز کلیہ درست ہے۔ تو ماننا پڑے گا کہ جس بچہ کے پیر پہلے رحم سے باہر آئیں وہ وضوء میں پہلے پیر دھویا کرے۔ اس کے بعد ہاتھ پھر منہ وغیرہ۔

نیز مولوی صاحب کی قرآنی عقل نے یہ طے کیا ہے کہ جس ترتیب سے خلقت ہوئی ہے اُسی ترتیب سے وضوء واجب کیا گیا۔ اسی لئے سب سے پہلے مُنہ دہونا فرض ہے اس کے بعد ہاتھوں کا الخ۔ اس سے اس نئے مطلب کی تحقیق ہو گئی۔ کہ در حقیقت سب سے پہلے انسان کا منہ رحم سے باہر آتا ہے اس کے بعد فوراً ہاتھ باہر آجاتے ہیں۔ اس کے بعد سر باہر آتا ہے۔ اس کے بعد پیر ان اعضا کے علاوہ اور کوئی عضو رحم مادر سے باہر نہیں نکلتا۔ ورنہ وہ بھی اُسی ترتیب سے اعضاء وضوء میں داخل ہو جاتا۔ بلکہ باقی اعضا باہر آکر تیار ہوتے ہیں۔ سائنس والوں کو چاہیئے کہ فلسفہ کا سبق مولوی صاحب سے لیں۔ کیونکہ آپ کے خانۂ دماغ میں انوکھے مسئلوں کی ٹکسال ہے۔ جہاں صبح شام انہوت مسئلوں کی ریزگاری تیار ہوتی ہے۔ مگر یہ کارخانہ کھرے کھوٹے کا ذمہ دار نہیں۔

خلافت کی ارزانی

قال (اور ظاہر کر دیا کہ وجہ کے دوسرے مؤخر حصہ میں صرف مسح ہی ہے جو خلیفۂ طہارت اصلی ہے۔ کیونکہ اس جگہ مسح کا معنے تو یہ ہے کہ تر ہاتھ کو کسی چیز پر کھینچنا۔ جس کا دھونا کسی وجہ سے نہ ہو سکے۔ لہذا سر کے لئے مسح ہی کا حکم دیا گیا۔ اور غسل سر کو موجب ہرج ظاہر فرمایا جو

آیۂ کریمہ ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج اور یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر کے مطابق ہے - اس لئے اللہ تعالیٰ نے سر کے لئے محض مسح ہی کا حکم دیا ہے - جو کہ قائم مقام غسل ہے - ص ۲)

اقول مولوی صاحب کو ہی ہی کا سبق بہت یاد ہے - لفظاً لفظ پر ہی ہی کرتے ہیں - مگر شکم سیر نہیں ہوتا - آپ کو یہ خبر نہیں کہ لفظ صرف یا محض کے بعد ہی کی ضرورت نہیں مطلب حاصل ہو جاتا ہے - لیکن آپ کو تکرار کی عادت ہے - صرف یا محض کے ساتھ ہی ضرور ہو گا - دد کے ساتھ میں ضرور ہو گا - ماشاء اللہ آفرین اس قابلیت پر مولوی جی اگر تم کو اُردو نہیں آتی تھی تو اپنی زبان میں لکھتے اردو کو کیوں بدنام کرتے ہو پھر آپ مسح کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ (تر ہاتھ کو کسی چیز پر کھینچنا) یہ ترجمہ تم نے کہاں دیکھا ہے - قاموس - صراح - جوہری - مجمع البحرین - منتہی الارب تو کیا تم نے کبھی منتخب بھی اٹھا کر نہیں دیکھا - ورنہ معلوم ہو جاتا کہ مسح کے معنے صرف ہاتھ کھینچنے کے ہیں - اس میں خشک یا تر کی قید نہیں - ورنہ بتلاؤ کہ تیمم میں جو مسح ہوتا ہے - اس میں ہاتھ کس شے سے تر کئے جاتے ہیں - آیۃ فطفق مسحاً بالسوق والاعناق میں جناب سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر خشک ہاتھ پھیرتے تھے یا تر -

مولوی صاحب نے اس لمبی چوڑی عبارت سے یہ ثابت کرنا چاہا - کہ طہارت میں غسل اصل ہے - اور مسح اُس کی فرع اور خلیفہ ہے - اب تو معلوم ہو گیا کہ خلیفہ کی عزت آپ کی نظر میں اتنی ہے - خلیفہ کا کام فقط تر ہاتھ کھینچنا ہے - اگر پہلے سے طہارت موجود ہو - تو اپنے حال پر باقی رہے گی - اور اگر نجاست ہو تو وہ متعدی ہو کر پھیل جائے گی - اگر پہلے ایک مقام پر تھی تو اب جہاں جہاں ہاتھ پہونچے گا - وہاں وہاں نجاست دوڑتی جائے گی - کیوں مولوی جی آپ کا اصول یہی ہے کہ اصل کے ہوتے ہوئے خلیفہ کو گدی پر بٹھا دیا جاتا ہے جب مسح خلیفہ غسل ہے تو جب تک غسل ہو سکے مسح جائز نہیں ہو سکتا - جیسے تیمم خلیفۂ وضو ہے اگر پانی موجود ہو اور وضو کر سکتا ہو تو تیمم سے نماز درست نہیں اسی طرح ماننا پڑے گا کہ اگر پانی موجود

ہو اور سر دھو سکتا ہو تو مسح جائز نہیں ہے - واہ مولوی جی - قرآن کہتا ہے کہ ہر حالت میں مسح کرو - وامسحوا برؤسکم خواہ غسل ہو سکتا ہو یا نہ - اور آپ کا مطلب یہ ہے - کہ اگر غسل ہو سکے تو وہی کیا جائے اور اگر نہ ہو سکے تو مسح کر لو - اب مولوی صاحب کو آیۂ وضو کی اس طرح ترمیم کرنا پڑے گی فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق ورؤسکم فان لم تستطیعوا فامسحوا وارجلکم الی الکعبین کیا کہنا ولائل بینہ ان کا نام ہے -

بحث عطف

قال (ارجلکم کو زیر پڑہنا اس بنا پر کہ اس کا عطف وجوھکم پر ہے - بھی صحیح ہے - اور اس سے بھی پاؤں کا دھونا فرض ثابت ہوتا ہے - اور نیز ارجلکم کا زیر محلی ماننا اس بنا پر کہ اس کا عطف رؤسکم پر ہے اور اُس کو خبر لفظی اصلی سے محروم کرنا سراسر غلط ہے)

اقول :- آج یہ نیا قاعدہ معلوم ہُوا کہ اگر ارجلکم کا عطف وجوھکم پر فرض کیا جائے تو اس کا زیر پڑہنا درست ہے تمام دنیا کے علماء نحو آج تک یہی لکھتے چلے آئے ہیں کہ معطوف علیہ اور معطوف کا اعراب ایک ہوتا ہے جب وجوھکم منصوب ہے تو اس پر عطف کر کے ارجلکم کا زیر کیونکر درست ہو گیا - اور اگر درحقیقت تمہارا اقرار ہے کہ زیر درست ہے تو رؤسکم کا معطوف قرار پا کر مسح ثابت کرتا ہے - غسل کیونکر ثابت ہُوا - یہ مسلم امر ہے کہ برؤسکم امسحوا سے متعلق ہے اور سر کا مسح لازم ہے - جب مان لیا کہ رؤسکم معطوف علیہ ہے اور ارجلکم معطوف تو سر کے ساتھ پیر کا بھی مسح ثابت ہو گیا یہ کیونکر ثابت ہو سکتا ہے - کہ سر پر مسح ہوا اور پیر کا غسل - مولوی صاحب نے تو یہ ایسی بات کہی کہ جس کو سنکر بچے بھی ہنسیں گے - اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے ایک باپ کے دو بیٹے دونوں حقیقی بھائی بھی ہوں - پھر ایک شیخ ہو -

دوسرا پٹھان۔

پھر آپ بے دھڑک فرما دیتے ہیں کہ ارجلکم کا زبر محلّی ماننا سراسر غلط ہے۔ جیسے فن نحو کے ٹھیکہ دار آپ ہی ہیں۔ قرآن مجید بلکہ تمام کلام عرب کی مہار آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ جدھر چاہیں موڑ دیں۔ کیا علمائے نحو کے نزدیک محلّی اعراب بالکل ناجائز ہے یا صرف اس مقام پر جائز رکھنے کو آپ کا دل نہیں چاہتا۔ اگر ناجائز ہے۔ تو پھر آپ نے صـ۸ پر یہ کیوں فرمایا ہے کہ عطف علی اللفظ اصل ہے اور عطف محل اس کی فرع ہے۔ اگر ناجائز ہے تو فرع کیونکر ہوُا۔

عطف کی تفصیل اور نصب و جر کی بحث

آج چند نام نہاد مُلّا نصب و جر کی بحث میں باوجود بے بضاعتی اور کم مائگی کے بہت زور دیتے ہیں کہ آیت میں ارجلکم منصوب ہے۔ اور درصورت نصب اس کا عطف رؤسکم پر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وجوھکم پر ہو سکتا ہے۔ جس سے غسل رجلین ثابت ہوتا ہے۔ میرے بافہم ناظرین اگر اس بحث میں غور فرمائیں گے تو اُن پر ان ملونٹوں کی بددیانتی اور بے شعوری مخفی نہیں رہ سکتی بلکہ اس مسئلہ کی حقیقت صاف ظاہر ہو جائے گی۔ سب سے پہلے تو یہی بددیانتی کیا کم ہے کہ ہمیشہ دلیل مسلّمات خصم سے پیش کی جاتی ہے۔ مگر یہ ارجل پر نصب تسلیم کرکے دلیل پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ شیعوں کے مسلمات سے نہیں بلکہ وہ اور ان کے آئمہ طاہرین جر کے قائل ہیں صرف وہی نہیں بلکہ اکابر اہلسنت جو مسلمہ قاری اور مفسرین ہیں۔ مثل ابن کثیر اور حمزہ اور ابو عمرو اور عاصم وغیرہ جر کے قائل ہیں۔ جس کی تفصیل انشاءاللہ آئندہ پیش کی جائیگی۔ درصورت جر نہ ترکیب میں کوئی دِقّت ہے نہ مطالب میں اجمال یہ ہمارا تفضل ہے کہ صورت نصب جو تمہاری ساختہ و پرداختہ ہے اس کو فرض کرکے بھی اپنا مدعا ثابت کئے دیتے ہیں۔ اور اس تحریف و تخریب

کے بعد بھی تم منزل مقصود تک نہیں پہونچ سکتے مذکورہ بالا ملّاں کی خیانت عبارت ذیل سے واضح ہے۔

قال (۱) اقسام عطف بحث میں صاحب مغنی اللبیب نے لکھا ہے کہ العطف علے اللفظ وھوالاصل جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عطف کے بارے میں اصل یہ ہے۔ کہ وہ لفظاً ہو۔ اور عطف محل اسکی فرع ہے اور اس جگہ محلاً عطف کرنا کمزور ہے الخ (صـ۸) حالانکہ مولوی صاحب کے بیان کے مطابق صاحب مغنی عطف کو صرف لفظی میں منحصر نہیں کرتے بلکہ اس کی دو قسمیں لفظی اور محلّی بیان کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی مولوی صاحب اپنی دیانت داری سے لفظی کا صراحۃً ذکر کرتے اور محلّی کو چبا جاتے ہیں یہ خبر نہیں کہ چبانا کام نہیں آتا جب تک عطف محل کو غلط نہ ثابت کر دیا جائے۔ ہاں مولوی جی اب ذرا کان کھول کر سنو۔

کہ تمام علماء نحو نے آج تک عطف محلّی کو ناجائز نہیں کہا۔ بلکہ مجاز میں بھی داخل نہیں کیا جس کے لئے قرینہ کی ضرورت ہو۔ بلکہ اس کو حقیقت متأصلہ سمجھتے اور سلک حقائق میں درج کرتے ہیں نیز عطف محل کلام عرب میں اس کثرت سے بولا جاتا ہے۔ جس کے مثالوں کا شمار دشوار ہے جا بجا کلام اللہ میں موجود ہے جس کو صاحب مغنی اللبیب نے یہ آیت پیش کرکے ثابت کیا ہے ومن یضلل اللہ فلا ھادی لہ ویذرھم الخ بالجزم عطفاً علے موضع ھادی یعنی اس آیت میں یذرھم کا عطف ھادی پر بطریق عطف محلی ہے۔ اور نیز سیرافی اور فارسی نے اس آیت سے ثابت کیا ہے ولولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدّق واکن مّن الصالحین اس میں اکن کا محل فاصدّق پر عطف ہے اسی لئے تمام علماء نحو نے بلا کسی ترجیح کے اختیار دے دیا ہے۔ کہ چاہے عطف لفظی کو اختیار کیا جائے یا عطف محلی کو۔ اب بتلاؤ کہ قواعد نحو اور کتاب اللہ سے عطف محلّی ثابت ہوُا یا نہ۔ مذکورہ بالا استدلال کے بعد اگر ارجلکم کا رؤسکم پر عطف محلی قرار دیا جائے تو صاف صاف

مسح رجلین ثابت ہو جائیگا نیز اس آیت میں اگر ارجلکم کا عطف وجوھکم
پر قرار دیا جائے گا تو فرزدق کے مشہور شعر ؎

وما مثلہ فی الناس الا مملکاً ابو امہ حیٌّ ابوہ یقاربہ

کی طرح اس آیت میں بھی تعقید پیدا ہو جائے گی جو فصاحۃ کی ضد اور بلاغت
کی دشمن ہے العیاذ باللہ خالق کلام ومتکلم کا کلام (جو خزانۂ معانی ہو) حد
فصاحت سے خارج ہو کر عوام کالانعام کے کلام کے مانند نہیں ہو سکتا
اگر میں کہوں کہ زید اور عمرو کو مارو اور بکر اور خالد کا اکرام کرو تو کون نافہم یہ مطلب
سمجھے گا کہ زید و عمرو و خالد کو مارنا چاہیئے۔ اور صرف بکر کا اکرام کرنا چاہیئے
اسی طرح اگر خداوند عالم فرمائے کہ منہ اور ہاتھ دھوو اور سر اور پیروں پر مسح
کرو تو کون بے عقل یہ مطلب نکال سکتا ہے کہ منہ اور ہاتھ اور پیر دھونا
چاہیئے اور سر پر مسح کرنا چاہیئے۔ اس قادر مطلق کا کلام ایسے ناپاک عیبوں
سے بالکل بری ہے۔ رہا یہ خیال کہ ہم ارجلکم کا وجوھکم پر عطف قرار
دے کر اس کو اعراب تقدیری دیتے ہیں بالکل غلط ہے اس لئے جب
اعراب تقدیری ہی دینا ہے تو جس طرح وجوہ پر عطف ہو سکتا ہے اسی
طرح رؤس پر بھی عطف ہو سکتا ہے۔ بلکہ رؤس قریب تر ہونے کی جہت
سے زیادہ حقدار ہے۔ اس پر کیوں نہ عطف کیا جائے۔ معلوم ہوا کہ وجوہ
پر عطف قرار دینا ناجائز ہے +

اگر ان تمام دلیلوں کو بالفرض پس پردہ کر دیا جائے تو ہم پھر ایک ایسی
دلیل پیش کرتے ہیں جس سے ارجل کا نصب بھی باقی رہے گا اور پھر بھی
مسح کا حکم ثابت ہوگا۔ مگر ذرا ہوشیار ہو کر سنو :- منصوب بنزع خافض
(یعنی کسی لفظ سے حرف جر کو محذوف کر کے اسکو نصب دے کر نصب
کو علامت حذف قرار دینا) ایک ایسا قانون ہے جس کے تمام نحاۃ قائل
اور کوئی منکر نہیں۔ اس آیۂ مبارکہ میں ارجلکم منصوب بنزع خافض ہے
اس سے حرف جر محذوف ہے جس کی علامت وہ حرف جر ہے جو رؤسکم
پر موجود ہے جیسا کہ ابن ہشام نے مغنی اللبیب میں آیۂ انما ذلک

الشیطان یخوّف اولیاءہ کو پیش کر کے یہ کہا ہے کہ یہاں اولیاءہ منصوب
بنزع خافض ہے اس کی اصل یخوفکم باولیاءہ ہے اس کی تقدیر بالکل
اسی طرح ہے کہ جیسے مفعول لہ اور مفعول معہ میں معہ مقدر ہوتا ہے اس
صورت میں نصب بھی باقی رہتا ہے۔ پھر بھی حکم مسح رجلین کا ثابت ہوتا
ہے۔ نیز یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس آیت میں واو بمعنے مع ہے۔ اور ارجلکم
امسحوا کا مفعول معہ ہے اور ظاہر ہے کہ مفعول معہ کا اعراب نصب ہوتا
ہے۔ رہی معیت تو اس میں کسی بافہم کو شبہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ سر کے
مسح کے بعد بلا فاصلہ پیر کا مسح واجب ہے لہذا اگر ارجل کو مفعول معہ
قرار دیا جائے تو سیاق آیت خود ترتیب اور موالات کو ثابت کر دے گا۔ جو
بین الفریقین مسلم اور ضروری ہے۔
بہر حال اگر مخاطب کے دماغ میں عقل اور مزاج میں انصاف ہو تو ایک
دو نہیں بلکہ ہر امکانی صورت سے مسح رجلین ہی ثابت ہوگا۔

میں اس خیال میں تنہا نہیں

بلکہ اس مقام پر ہمارے اغیار کے بھی قدم ڈگمگا رہے ہیں اور وہ اپنے
خیال سے عاجز آ کر یا ہمارے ساتھ ہو لیتے اور یا بھٹک کر ادھر ادھر نکل جاتے
ہیں۔ صاحب کشاف یہ فرماتے ہیں کہ ارجل رؤس کا معطوف اور مجرور
ہے۔ مگر اس سے مراد مسح نہیں بلکہ اس سے مراد غسل خفیف (ہلکا ہلکا دھونا)
ہے جو مسح کے مشابہ ہو۔ صاحب کشاف ایسے فاضل جید سے بڑا تعجب ہے
کہ اس نے یہ ایسی بات کہی ہے جس پر بچوں کو بھی ہنسی آتی ہے کہ مسح کا لفظ ایک ہے
مگر جب وہ سر سے متعلق ہوتا ہے تو مسح رہتا ہے اور جب پیر کے متعلق ہوتا ہے تو وہ
غسل سا مسح بن جاتا ہے یہ رموز سوائے الہام کے اور کسی صورت سے سمجھ میں نہیں آ سکتے
علامہ محی الدین عربی اپنی کتاب فتوحات مکی کے جزو ثالث میں لکھتے
ہیں کہ ارجلکم پر فتحہ دیا جائے یا کسرہ بہر حال مسح رجلین ثابت ہے
اگر جر ہو تو ظاہر ہے اور اگر نصب ہو تو یہ واو بمعنی مع ہے جو ہمیشہ اپنے

مابعد کو نصب دیتا ہے۔ جیسے قام زید و عمرواً۔ اسی لئے ہمارا مذہب تخییر ہے۔ چاہے غسل کرو یا مسح۔ اس لئے کہ ظاہر قرآن سے مسح ثابت ہوتا ہے اور ظاہر حدیث سے غسل۔ کیوں مسلمانو! کیا قرآن و حدیث آپس میں ضد ہو سکتے ہیں۔ اور اگر ایک دوسرے کی ضد ہو جائے تو کیا ایسا قرآن یا ایسی حدیث قابل تسلیم ہو سکتی ہے جو خلاف قرآن حکم دے ہرگز نہیں استغفراللہ کبھی قرآن و حدیث ایک دوسرے کی ضد نہیں ہو سکتے۔ یہ فقط امۃ کی سمجھ کا قصور ہے۔ حدیث نے بھی مسح ہی کا حکم دیا مگر تم نے تحریف کر دی۔

ایک نئی دلیل

قال (اگر بفرض محال ارجلکم کا زیر محلی اختیار کیا جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ مسح ہر دو پاؤں کا ٹخنوں تک محدود کرنا لازم آئیگا۔ حالانکہ مسح محدود کے لئے تمام قرآن میں کوئی ایک مثال بھی نہیں ہے۔ اور غسل کی محدودی کی مثال قرآن کریم میں موجود ہے۔ جیسا کہ ایدیکم الی المرافق میں موجود ہے) کیا کہنا دعویٰ عین دلیل ہے۔ ہم کوزہ و ہم کوزہ گر و ہم گل کوزہ۔ جو آیت موضوع بحث ہے۔ اس کو دلیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ مصادرہ علی المطلوب اور کسے کہتے ہیں۔ مولوی صاحب کو تو مسح محدود کے لئے کوئی آیت قرآن مجید میں نہیں ملی۔ مگر مجھ سے سنیں۔ نطفق مسحاً بالسوق والاعناق یعنی جناب سلیمان نے گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پہ ہاتھ پھیرنا شروع کیا۔ بتلاؤ کہ پنڈلی یا گردن محدود ہے یا غیر محدود۔ وامسحوا برؤسکم میں تم محدود سر پہ مسح کرتے ہو یا غیر محدود سر پہ۔ اگر یوں نہ مانو گے تو میں امام ابو حنیفہ کو پیش کروں گا۔ جو ربع رأس (چوتھائی سر) تک مسح کے قائل تھے۔ نیز جب تم حالت سفر وغیرہ میں جوتیوں پر مسح کرتے ہو۔ تو محدود پیروں پہ مسح کرتے ہو یا غیر محدود پیروں پہ۔ یہی ایک مسح جب جوتیوں پر ...... ہوتا ہے تو محدود ہو جاتا ہے اور جب پیروں پر ...... ہوتا ہے تو غیر محدود ہو جاتا ہے۔ ذرا انصاف

سے کام لو۔ رہا یہ خیال کہ محدود کا عطف غیر محدود پر درست نہیں اس لئے ارجل محدود کا عطف رؤس غیر محدود پر صحیح نہیں تو یہ بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ اس طرح کا عطف اس آیت میں موجود ہے جسطرح اغسلوا کے بعد وجوہ غیر محدود اور ایدی محدود دونوں۔ اسی طرح امسحوا کے بعد رؤس غیر محدود اور ارجل محدود ہیں۔ فماھو اجوابکم فھو جوابنا بلکہ یہ عین حسن و خوبی ہے کہ جس طرح غسل میں پہلے کے غیر محدود اور دوسرے کے محدود رکھنے کا حکم دیا اُس طرح مسح میں پہلے کے غیر محدود اور دوسرے کے محدود رکھنے کا حکم دیا ہے اگر ایک جملہ کا تتمہ الی المرافق ہے تو دوسرے جملہ کا تتمہ الی الکعبین ہے ۔

نرالا اجتہاد

اس کے بعد مولوی صاحب قاموس کے حوالہ سے یہ بیان کر کے کہ (کعب مفصل بین العظام کو بھی کہتے ہیں اور گٹہ کو بھی اور اُس ٹدور بلندی کو بھی جو قدم کے اوپر ہوتی ہے) یہ فرماتے ہیں کہ (چونکہ لغت عرب میں اس کے معنے متعدد آتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالٰے نے الی الکعبین میں کعبین تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ تاکہ اس سے ہر دو ٹخنے مراد لئے جائیں الخ)

اقول۔ مولوی صاحب نے تفسیر کبیر سے لیکر یہ دلیل خوب پیش کی۔ لیکن دیانت داری کے یہ معنے تھے کہ اس کا جو جواب شیعوں کی طرف سے دیا گیا ہے اور تفسیر مذکور میں منقول ہے۔ اس کو بھی پیش کر دیا ہوتا۔ مگر ایسا کیونکر ہو سکتا ہے۔ اہلِ فریبوں کا یہ کام نہیں یہ تو منصف مزاجوں کا شیوہ ہے خیر وہ جواب آگے چلکر سنئے گا کچھ نہ کچھ یہاں بھی سننے چاہئیے۔

آپ کا یہ خیال ہے کہ جب جمع کا جمع سے مقابلہ ہوتا ہے تو اس کا نتیجہ وہی ہوتا ہے جو مفرد کا مفرد سے مقابلہ کرنے سے حاصل ہوتا ہے مگر یہ بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ اگر یہاں ایسا مقصود ہوتا تو ہر صیغہ میں جمع کا جمع سے مقابلہ کیا جاتا۔ حالانکہ وجوہ اور رؤس میں ایسا نہیں۔ ظاہر ہے کہ وجوہ اور رؤس میں ایک ایک کا اور ایدی اور ارجل میں دو دو کا ایک ایک مؤمن

سے مقابلہ کرنا بعید از فہم اور خلاف فصاحت ہے۔ ناظرین انصاف فرمائیں کہ اس آیت میں چار صیغے ہیں اور سب جمع ہیں۔ وجوہ وجہ کی جمع۔ ایدی ید کی جمع رؤس راس کی جمع۔ ارجل رجل کی جمع۔ پس وجوب غسل یا مسح الی الکعبین کی نسبت یا مکلفین کی ہر ہر فرد سے ہوگی۔ یا ہر ہر پیر سے۔ اگر ہر ہر پیر سے نسبت ہے۔ تو چاہیئے کہ پہلے جملہ میں بجائے مرافق کے مرفق صیغہ واحد ہو۔ اس لئے کہ ہر ہاتھ میں ایک کہنی ہوتی ہے تین کہنیاں یا اس سے زائد نہیں ہوتیں۔ اور اگر مکلفین کی ہر ہر فرد سے نسبت ہے تو بجائے کعبین کے کعاب صیغہ جمع ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ بقول آپ کے ہر شخص کے چار کعب ہوتے ہیں۔ لہذا کعبین (دو کعب) کہنا بے معنے ہے معلوم ہوا کہ دعوٰے مخاطب کی بنا پر آیت کسی صورت سے درست نہیں رہتی۔ رہا یہ خیال کہ اگر ایسا نہیں تو پھر مرافق جمع اور کعبین تثنیہ کیوں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر صیغہ جمع کی نسبت مومنین کی ہر ہر فرد سے ہے مگر چونکہ مرافق (کہنیوں) کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں اس لئے صیغہ جمع ذکر فرمایا اور چونکہ کعبین کی تحقیق میں اہل لغت کا اختلاف ہے اس لئے صیغہ تثنیہ ذکر فرمایا تاکہ اختلاف بر طرف ہو جائے اور شبہ کی گنجائش نہ رہے اور یہ معلوم ہو جائے کہ جب ہر شخص کے دو کعب ہیں تو ہر پیر میں ایک ہی کعب ہو سکتا ہے۔ یعنی وہ بلندی جو پنڈلی اور انگلیوں کے بیچ میں ہوتی ہے نہ ٹخنے جو اہل خلاف کو بہت پسند ہیں امام فخر الدین رازی اور محمد بن حسن جو اکابر علماء اہل سنت سے ہیں یہ کہتے ہیں کہ وہی کعب درست ہیں جن کے امامیہ قائل ہیں مغرب میں ہے۔ الکعب العقدة بین الانبوتبابین فی القصب فیروزآبادی قاموس میں کہتے ہیں کہ الکعب کل مفصل من العظام والعظم الناشز فوق القدم کعب ہر ہڈی کے جوڑ کو کہتے ہیں اور اس ہڈی کو کہتے ہیں جو قدم کے اوپر بلند ہے علماء تشریح وحکمۃ مثل جالینوس اور شیخ رئیس اور قرشی وغیرہ کے تصریح کرتے ہیں۔ کہ قدم میں سولہ ہڈیاں ہیں۔ جن میں سب سے بلند کعب ہے شیخ قانون میں فرماتے ہیں کہ جو ہڈیاں انسان کی حرکت میں مدد کرتی ہیں۔ ان میں سب

سے بلند ہڈی کا نام کعب ہے پھر کہتے ہیں جو ہڈیاں پیر میں دونوں طرف نکلی ہوتی ہیں۔ اُن دونوں کے بیچ میں اُن سے بلند کعب ہوتا ہے۔ جو پنڈلی اور پنجہ کے درمیان واقع ہے۔ معلوم ہوا کہ کعب کے جن معنے کے موافق ہمارا عمل ہے وہ ہماری تراش سے نہیں بلکہ علماء لغت وتشریح کی تحقیق سے ہے

ایک مغالطہ

قال (مسح رجلین اس لئے بھی باطل ہے کہ شیعہ صاحبان کے امام معصومین نے (شیعہ صاحبان کا لفظ اس بنا پر لایا گیا۔ کہ مسح کے قائل وہ صاحبان ہیں۔ ورنہ اس تحریر سے اصل مسئلہ کا اظہار واحقاق حق ومعنے آیت کریمہ کا تبیان و بیان مطلوب ہے) فروع کافی جلد اول صفحہ ۱۹ سطر ۴ میں لکھا ہے فامسح رأسك ثم اغسل برجلك یعنی امام صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اول سر کا مسح کرو پھر پاؤں کو دھو۔ لہذا نقلاً بھی امام معصوف کی تحریر سے غسل رجلین ثابت ہوا۔

اقول۔ وہ ہاتھ چومنے کے قابل ہیں جس سے امام معصومین کی لفظ لکھی گئی۔ مولف اس قدر بھولا ہے کہ اُس کو واحد اور جمع میں فرق نہیں محسوس ہوتا۔ ورنہ صفت وموصوف کی مطابقت (جو ہر زبان میں فرض ہے) کا لحاظ رکھتا۔ اور امام معصوم یا آئمہ معصومین تحریر کرتا۔ مگر اُس نے موصوف (امام) کو واحد اور صفت (معصومین) کو جمع کر دیا۔ ایسی ہی دماغ قرآن کا مطلب سمجھتے ہیں مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ مسح کے قائل شیعہ ہیں اس امر کی دلیل ہے کہ آپ نے ساری زندگی کسی گوشہ وحشت میں بیٹھ کر گذاری ہے۔ نہ آپ کو دین کی خبر ہے نہ دنیا کی حتّٰی کہ اپنے گھر سے بھی ناواقف ہیں اب تک آپ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ مسح رجلین صرف شیعوں کا مسلک ہے۔ مولوی جی ذرا جہل و ناواقفیت کے نشہ سے ہوشیار ہو کر اپنے مذہب کی سیر کرو تو معلوم ہوگا کہ تمہارے اکابر علماء اس مسئلہ میں تمہاری جڑ کاٹ رہے ہیں۔ اور مسح رجلین کے لئے اس قدر روایتیں پیش کرتے ہیں۔ کہ جن کو دیکھ کر حیرت ہو جاتی ہے۔ اور علامہ فخر الدین رازی تو بالکل کمر باندھے ہوئے تمہارے برسر پرخاش ہیں جن کی تفصیل ہیں انشاءاللہ

آخر رسالہ میں ایک مستقل باب میں پیش کرونگا۔ انصاف پسند ناظرین اس کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

امام معصوف کی لفظ سمجھ میں نہیں آئی کہ یہ کس زبان کی لفظ ہے ہاں شاید آپ نے کسی کتاب میں یہ لفظ لکھی ہوئی دیکھی ہوگی اور اتفاقاً موکے واو کا سر صوف کے صاد سے مل گیا ہوگا۔ آپ نے اندھے حافظوں کی طرح اس کو اُسی طرح یاد کرلیا۔ اور اب موقع پاکر لکھ مارا۔ خیر آفرین یاد تو رہ گیا۔ مگر قرآن مجید میں آیۂ بلغ یاد رہنے کی چیز نہ تھی۔

آپ حدیث کے اول و آخر کو چھوڑ کر اور پرانی عادت کے مطابق تحریف کرکے بہت خوش ہیں۔ کہ امام نے بھی ہماری تائید کردی اور غسل رجل کی اجازت دیدی مگر آپ کو یہ خبر نہیں کہ آپ کا مخاطب آپ کے لکھنے سے پہلے آپ کی چالبازیوں سے واقف ہے۔ آپ کو امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام کا یہ ارشاد یاد نہیں کہ لو سنیّت لی الوسادۃ فجلست علیھا لحکمت بین اھل التوراۃ بتوراتھم وبین اھل الانجیل بانجیلھم وبین اھل الفرقان بفرقانھم الخ یعنی میرا علم مسلمانوں کے خانہ ساز رہبروں کا ایسا نہیں جنہیں مسلمات اسلام کی خبر نہ ہو۔ خود رسول کی رسالت میں شک ہو۔ سہل و آسان مسائل کا حل نہ معلوم ہو۔ اب اور کلالہ جیسی لفظوں کے معانی سے آشنا نہ ہوں۔ بلکہ میرے پاس خدا کی عنایت اور رسول کی بخشش سے وہ خزانہ علم موجود ہے کہ اگر میرے لئے مسند قضا بچھادی جائے اور میں اس پر متمکن ہوجاؤں تو البتہ اہل توراۃ کو اُن کے عقاید کے موافق توراۃ سے اور اہل انجیل کو انجیل سے اور اہل قرآن کو قرآن سے ایسا حکم دوں کہ ہر گروہ اور ہر کتاب شہادت دے کہ بیشک علیؑ نے جو حکم دیا وہ بالکل درست ہے +

حالانکہ پیغمبر اسلام کے تشریف لانے اور قرآن مجید کے نازل ہونیکے بعد پہلے تمام مذہب اور سابقہ کتابیں منسوخ ہوگئیں۔ اب کوئی کتاب نافذ العمل نہیں اور نہ اُن کے احکام قابل تسلیم ہیں۔ ایک عالم متبحر (جو ہر مذہب سے پوری واقفیت رکھتا ہو) کا یہ فرض ہے کہ سائل کو پہچان کر اس کے عقاید۔ مذہب۔ مسلّمات

اور سمجھ کے مطابق جواب دے ایک رہبر قوم رہبر ہوکر اگر ایسا نہ کرے گا تو وہ مذہب کا رہزن اور دین کا قاطع طریق کہلانے کا مستحق ہوگا۔ بحیثیت الٰہی منصبدار اور حجۃ خدا ہونے کے ہمارے امام کا یہ فرض تھا کہ وہ ہر سائل کو اُس کے مذہب کے موافق جواب دیں جو آپ کے لئے عیب نہیں بلکہ عین کمال ہے مذکورہ بالا حدیث میں ایک سُنّی المذہب یہ بیان کرتا ہے کہ میں غلطی سے منہ اور ہاتھ دھونے کے بعد سر کا مسح بھول گیا اور پیر دھولئے۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ تو آپ ترتیب کے باقی رکھنے کے لئے (جو ہر دو مذہب میں متفق علیہا ہے) ارشاد فرماتے ہیں کہ پہلے سر کا مسح کرلو۔ پھر پیر کو دھو۔ اب مجھے کوئی صاحب شعور بتلائے کہ اس میں امام ہمام پر کیا الزام ہے۔ کیا اس سے یہ مطلب نکالا جا سکتا ہے۔ کہ معاذ اللہ امام علیہ السلام کا مذہب یہی ہے۔ استغفر اللہ۔ اگر در اصل امام کا یہی مذہب ہے تو بتلاؤ کہ صفحہ ۵ پر تم نے فروع کافی صفحہ ۱ باب الشک فی الوضوء سے جو حدیث نقل کی ہے اس کا کیا مطلب ہے جس میں امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ وضوء میں مطابقت لازم ہے جیساکہ ارشاد باری ہے پہلے چہرہ پاک کرو پھر دونوں ہاتھ اس کے بعد سر پر مسح کرو۔ اس کے بعد پیر پر مسح کرو۔ اس کے بعد پھر تاکید فرماتے ہیں۔ کہ اگر سہواً سر سے پہلے پیر پر مسح کرلو تو چاہیئے۔ کہ سر پر مسح کرلو۔ اس کے بعد دوبارہ پیر پر مسح کرو۔ اگر وہ حدیث امام کا مذہب ہوتی تو یہ حدیث کیوں ارشاد فرماتے ایسا نہیں بلکہ وہ حدیث تم ایسوں کے جواب میں تمہارے عقیدہ کے موافق ارشاد فرمائی ہے۔ اور یہ حدیث مذہب ہے جس کی تائید میں صدہا حدیثیں باب مسح رجلین فروع کافی واستبصار وغیرہ میں موجود ہیں۔ جن کو اشتیاق ہو اُن کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔ خود تمہارے امام رازی لکھتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام پیروں پر مسح کرتے تھے مگر مولوی صاحب کی جرأت قابل دید ہے ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ کہ آپ اس سے پہلے اس حدیث کو اثبات ترتیب کے لئے پیش کرچکے تھے جو امام کے مذہب کا آئینہ تھی۔ اس کے بعد دوسری حدیث پیش کرکے مذہب چھپانا اور حق پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں

سچ ہے دروغ گورا حافظہ نباشد۔

جرّ جوار کی بحث

قال۔ (آیا ارجلکم کے زیر پڑھنے کی صورت میں اُس پر عطف ڈالا جاسکتا ہے یا نہ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس قلیل البضاعت کے نزدیک ایسا عطف بالکل صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں (الف) ایسی صورت میں جر جوار کی قرار دی جائے اور لفظی مناسبت تک محدود ہے الخ) الف لکھتے لکھتے مولوی صاحب کو بھوک لگ آئی اور نمبر (ب) مع مالہ وما علیہ نوش فرما گئے۔ آپ کے نزدیک جر کے تمام اقسام جر جوار میں منحصر ہیں۔ اگر کسی مقام پر جر جوار ہو سکتا ہو تو جر ہو سکتا ہے۔ اور اگر جر جوار درست نہ ہو تو جر دینا حرام ہے واہ ری تحقیق۔ یہ کس شیعہ کا دعویٰ ہے کہ یہاں ارجلکم پر جر جوار کی وجہ سے زیر ہے یہ تو صرف مولوی صاحب کے خیالی پلاؤ ہیں نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچیگی نہ جر جوار بنے گا نہ جر ہو سکیگا مولوی جی اچھ علماء بلکہ قراء ارجلکم پر زیر پڑھتے ہیں وہ جر جوار کی وجہ سے نہیں پڑھتے بلکہ وہ ارجلکم کو رؤسکم کا معطوف قرار دے کر جر پڑھتے ہیں جیسا کہ تمہارے امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۸۲ میں فرماتے ہیں فنقول اما القراءۃ بالجر فھی تقتضی کون الارجل معطوفۃ علی الرؤس فکما وجب المسح فی الرأس فکذالک فی الارجل۔ یعنی ہم (امام رازی) کہتے ہیں کہ جو لوگ ارجلکم پر جر پڑھتے ہیں۔ اُن کے جر پڑھنے کا مقتضی یہ ہے۔ کہ رؤس کو معطوف علیہ اور ارجل کو معطوف قرار دیا جائے بس جسطرح سر پر مسح واجب ہے اسی طرح پیر پر مسح واجب ہو۔ اب تو معلوم ہُوا کہ تمہارے قراء (جو قرآن مجید کے عوذ نگر خیال کئے جاتے ہیں) نے ارجلکم پر زیر پڑھا اور تمہارے امام فخر الدین رازی اس کی تصدیق کر کے مسح رجلین کا حکم نافذ فرماتے ہیں جس کی تفصیل میں آئندہ چل کر عرض کروں گا۔ آپ جر جوار کے دو ایک حوالے پیش کر کے بہت خوش ہوں گے۔ حالانکہ اب تک آپ کو اصل مسئلہ کی خبر نہیں کہ درحقیقت وہ بین النحاۃ مختلف فیہ ہے۔ اس میں اُن کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ سیرافی۔ ابن

جریر۔ ابن حاجب وغیرہ کا ہے۔ جن کی تعداد کثیر ہے۔ اور جو جر جوار کو بالکل ناجائز کہتے ہیں جس کو ابن ہشام نے مغنی اللبیب میں اور صاحب فتح القدیر شرح بخاری نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور دوسرا گروہ صرف صورت لغت و تاکید میں جائز سمجھتا اور صورت عطف میں بالکل ناجائز کہتا ہے جس کو ابو حیان اور ابن ہمام وغیرہ نے بیان کیا ہے صاحب مسلم نے بھی یہ کہکر جر جوار سے انکار کیا ہے۔ کہ اگر جر جوار اختیار کیا جائے گا۔ تو اس کا نصب محلی سے معارضہ ہوگا۔ اور یہ مشہور ہے کہ اذا تعارضا تساقطا جب دو چیزوں میں معارضہ ہوگا تو دونوں ساقط ہو جائیں گے۔ البتہ شارح صاحب نے جرأت کر کے یہ کہا ہے کہ جو لوگ جر جوار کے قائل ہیں وہ غسل رجلین کو تواتر سے ثابت کرتے ہیں اس لئے جر جوار کا اختیار کرنا بیجا نہیں۔ اب تو معلوم ہُوا۔ کہ جر جوار شیعوں کا مختار نہیں بلکہ اہل سنت کا قیاس ہے خیر نحویین جر جوار کو جائز کہیں یا ناجائز بہر حال ارجلکم کو جر جوار سے کوئی تعلق نہیں بلکہ جس قدر قراء و علماء اہل سنت جر کے قائل ہیں وہ سب رؤسکم کا معطوف قرار دے کر جر پڑھتے ہیں۔

مولوی صاحب کو مسح رجلین سے چڑ ہے مگر اُن کے امام بخاری مسح علی الخفین کی بڑی خوشی سے اجازت دیتے ہیں۔ جب اُن کے مریدوں سے کہا جاتا ہے۔ کہ یہ کیا پیر جسپر کسی مہذب آدمی کے اتفاق سے نجاست پڑ جاتی ہے دھوتے ہو اور خفین (جوتیاں) جن کا اور نجاست کا چولی دامن کا ساتھ ہے اُن پر مسح کرتے ہو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم دونوں قراءتوں پر عمل کرتے ہیں پیر دھوتے ہیں اور خفین پر مسح کرتے ہیں۔ آفریں اس قرآن فہمی پر کہ ایک ہی آیت کے دو مطلب اور ہر مطلب واجب العمل۔ صد آفرین۔ مگر یہ تو بتلاؤ کہ یہ تقسیم کس آیت سے ثابت ہوگی کہ غسل کا حکم پیروں کے لئے اور مسح کا حکم خفین کے لئے ہے۔ نیز فاضل اکبر آبادی کہہ گئے ہیں کہ آیہ وضو میں بالصاق کے لئے ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کسی حالت میں بھی خفین پر مسح جائز نہیں ہو سکتا نیز تمہارے علماء غسل رجلین کو واجب اور مسح خفین کو مستحب کہتے ہیں۔ یہ بتلاؤ کہ ایک ہی صیغہ سے وجوب اور استحباب دونوں کیونکر ثابت ہو

اسی لئے مسلم اور صاحب مسلم نے قطعاً مسح خفین کو ناجائز کہا ہے اور ابن عباس اور بی بی عائشہ یہ کہا کرتے تھے کہ ہمیں اپنے پیر کاٹ ڈالنا اس سے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ موزوں پر مسح کریں۔ اور گدھے کی کھال پر مسح کرنا مسح خفین سے بہتر ہے۔ دیکھو تفسیر کبیر امام رازی اور تفسیر ثعلبی) ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ ابن عباس اور عائشہ اور ابو ہریرہ مسح خفین سے منع کیا کرتے تھے دیکھو کتاب استیعاب) امام رازی مسح خفین سے منع کرتے تھے دیکھو (سفر السعادۃ مصنفہ شیخ عبدالحق دہلوی)

دلیل تیمم سے انکار

قال (اور جن اصحاب کا یہ خیال ہے کہ تیمم میں وہی اعضا مسح کے مذکور ہوئے ہیں جن کا دھونا وضو میں فرض تھا لہذا پاؤں کا مسح کرنا فرض من اللہ اور دھونا ثابت نہیں تو اس قسم کے استدلال کرنے والے قرآنی قوانین اور علوم الہیہ سے بالکل بیخبر ہیں ایسے اصحاب کے لئے قرآنی اصول اور علوم الہیہ میں غور و خوض کرنا لازم ہے کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کسی اصلی امر کی حالت کو اس کی فرعی اور خلقی حالت سے ثابت کیا جا سکتا ہے ہرگز نہیں ایسے استدلال کو سلیم العقل تسلیم نہیں کر سکتا)

اقول - بیشک جو مولوی صاحب ایسا دماغ رکھتے ہوئے سلیم العقل کہلاتا ہو اگر وہ تسلیم نہ کرے تو کچھ بعید نہیں لیکن جو لوگ اصلی معنوں میں سلیم العقل ہیں اُن کے سر تسلیم خم ہیں اور قیامت تک انکار نہیں کر سکتے اسلئے کہ یہ نئی بات نہیں۔ بلکہ اسلام وحدت۔ مذہب۔ حقانیت کی انہیں اصول پر بنیاد ہے کہ قوی کو ضعیف سے اصل کو فرع سے۔ علۃ کو معلول سے پہچانا جاتا ہے۔ آگ اصل ہے اور دھواں اسکی فرع اور اس سے ضعیف ہے۔ مگر دخان کو دیکھکر نار کا علم ہوتا ہے سورج اصل ہے اور دھوپ اس کا اثر۔ مگر دھوپ کو دیکھکر آفتاب کے طلوع کی خبر ہوتی ہے پروردگار عالم جو قوت اور صاحبان قوت کا خالق اور تمام عالم سے زیادہ قوی ہے اسکو کس نے دیکھا۔ اور پہچانا جس نے جسقدر پہچانا اس کے مخلوقات۔ کائنات۔ معلولات۔ عجائب عالم کو دیکھ کر پہچانا۔ بتلاؤ کہ خدا اصل ہے یا عالم۔ خدا زیادہ قوی ہے یا اس کے مخلوقات۔ نبی اصل ہے اور معجزہ اس کا ایک فعل اور فرع

ہے مگر نبی کی شناخت اس اثر پر موقوف ہے۔ حدیث قدسی میں موجود ہے کنت کنزاً مخفیاً احببت ان اعرف فخلقتک یا محمدؐ۔ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں اس لئے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو پیدا کیا۔ مولوی صاحب فرمائیں کہ اُن کا خدا بڑا ہے یا رسول اس لئے کہ خدا کی شناخت اور پہچان رسول کے ذریعہ سے ہوئی۔ پھر فرماتے ہیں۔

قال (اللہ تعالی اپنے بندوں کے لئے جب کسی حکم میں تخفیف فرماتا ہے تو ایک نصف قائم رکھتا ہے اور دوسرے نصف کو چھوڑ دیتا ہے۔ تو تیمم میں بھی اللہ تعالی نے چار اعضاء میں سے دو اعضاء کی تکلیف کو فرمایا ہے جیسے آیات ذیل نے اس امر کے اثبات میں تائید کی ہے وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة فنصف ما فرضتم الآیۃ فان اتين بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنت۔ الآیۃ ولكم نصف ما ترك ازواجكم)

اقول - مولویصاحب کو کلیہ قائم کر لینے کا حق ہو گا اور بچوں کی طرح بے سمجھے بوجھے مُنہ سے بات نکال بیٹھنے کا مرض ہے کمینگاہ کی کچھ خبر نہیں۔ کیوں مولوی جی حالت سفر میں قرآن شریف نماز اور روزہ کے قصر کا حکم دیتا ہے۔ نماز میں در اصل ۱۷ رکعت فرض ہیں تو حالت قصر میں تمہارے کلیہ کی بنا پر ۸½ رکعت ہو جانا چاہیئے بجائے اس کے ۱۱ رکعت کا کیوں حکم ہے نیز روزہ دراصل طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک فرض ہے اب حالت قصر میں تمہارے خیال کی بنا پر صبح صادق سے دوپہر تک یا دوپہر سے غروب آفتاب تک ہونا چاہیئے یہ کیا کہ بالکل حذف کر دیا گیا۔ اور نصف کا قاعدہ قدرت ہی بھول گئی۔ کیوں مولوی جی تمہارا نصف والا کلیہ ٹوٹا کہ نہیں جسکو تیمم میں جاری کرتے اور نماز اور روزہ میں بھول جاتے ہو۔ اب تو شرماؤ۔ اپنے گریبان میں منہ ڈالو اور سب انسانوں کو نرا خفش سمجھ کر بے سمجھے بوجھے منہ نہ کھولو۔ ورنہ اس سے بالاتر مصیبت کا سامنا ہو گا جس کو دیکھ رہے ہو جب یہ ٹالے نہیں ٹل سکتی تو آئندہ کیا کرو گے اب بھی کہو گے کہ آیۂ تیمم مسح رجلین کی دلیل نہیں ہے اگر اب بھی شک ہو تو کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۱۰۳ کی حدیث دیکھو وہ صاف صاف بیان کر دیگی۔ وہو ہذا عن ابن عباس قال افترض

الله غسلتین ومسحتین الا تری انه ذکر التیمم فجعل مکان الغسلتین مسحتین وترك المسحتین ابن عباس سے مروی ہے کہ خداوند عالم نے دو غسل اور دو مسح واجب کئے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے تیمم کا ذکر کرکے وضو کے غسل کے مقام پر مسح واجب کیا اور مقام مسح کو چھوڑ دیا۔ نیز اگر ہم یہ سب تسلیم کریں تب بھی تمہارا النصف والا کلیہ تیمم میں نہ جاری ہوا اس لئے کہ مسح غسل کے مقابلہ میں نصف کی حیثیت رکھتا ہے اور دو مسح ملکر ایک غسل کے مقابل بن سکتے ہیں۔ لہذا تمہارے مختار کی بنا پر گویا وضو میں ۱/۲ ۳ غسل ہوئے تیمم میں اس کے نصف ۳/۴ ۱ ہونا چاہیئے۔ دو مسح کس قاعدہ سے اسکے نصف ہوئے

مؤلف کا اسم گرامی

خود بخط جلی تحریر فرماتے ہیں (قاله) الراقم خاکسار نور احمد عرف مولوی عرب سکنہ تحصیل مردان ضلع پشاور)

اقول۔ اپنے قلم سے مولوی کی لفظ کیا بھلی معلوم ہوتی ہے کوئی راقم بھولا ہو تو اتنا ہو۔ اس کے بعد سکنہ کی لفظ آپ کے دماغ کی سادگی اور علم سے بے بہرہ ہونے پر جلا کر رہی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی عرضی نویس (کچہری کے منشی) نے ابھی ابھی تمسک یا اسٹامپ یا پرونوٹ لکھ کر رکھا ہے مگر دماغ میں وہی لفظیں گردش کر رہی ہیں یکایک جو دوسرے کاغذ پر دستخط کرنا پڑی تو رو میں قلم سے وہی لفظین نکل گئیں۔ کاش آپ اپنے آپ کو مولوی نہ لکھا ہوتا تو شاید عرضی نویس متصور ہو کے بچ جاتے۔ مگر کیا کیا جائے خود ہی اپنے آپ کو مولوی کہتے اور خود ہی سکنہ لکھتے ہیں۔ اگر صرف میر بھی پڑھی ہوتی تو معلوم ہو جاتا کہ سکنہ جمع ہے اسکا واحد ساکن اور مصدر سکون ہے یعنی رہنا۔ ساکن ایک رہنے والا سکنہ یا سکان بہت سے رہنے والے اب تک ہم یہ سمجھتے تھے کہ مولوی نور احمد ایک ہی حضرت ہیں مگر اب معلوم ہوا کہ نصاریٰ کے خدا کی طرح آپ بھی کئی انسانوں کا مجموعہ اور الواحد فی الجمع اور الجمع فی الواحد کا مصداق ہیں

گو میں رسالہ کی ہر ہر بکواس کی تردید کر چکا اور بحمد اللہ جواب سے بالکل فارغ ہوں مگر مزید اطمینان اور تشحیذ اذہان کے لئے اہل سنت والجماعت کے مشہور اور

معتبر کتب سے چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں جنکو دیکھ کر ہر ناقد بصیر کو باسانی حق و باطل میں فیصلہ کا موقع مل جائیگا۔ اور یہ واضح ہو جائیگا کہ غسل رجلین جو اہل جماعت کا مدعا ہے۔ وہ ان کی کتابوں سے بہت کم ملتا ہے اور شیعوں کی کتابوں سے بالکل ثابت نہیں لیکن مسح رجلین جو شیعوں کا عقیدہ ہے اُس پر نہ صرف علماء اہل تشیع کا اتفاق ہے بلکہ اکابر علماء اہل سنت اُن کے موئید ہیں۔

اکابر علماء اہلسنت کی رائے اور مسح رجلین

اب ذرا برادران اسلامی چشم دل وا کرکے علماء اہلسنت کے احادیث و اقوال ملاحظہ فرما کر تشفی حاصل کریں کہ وہ کس زور شور سے غسل رجلین کی تردید اور مسح رجلین کی تائید کرتے ہیں جو مع ترجمہ درج ذیل ہیں۔ (۱) سب سے پہلے تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی کا تحریری بیان ملاحظہ ہو۔

اختلف الناس فی مسح الرجلین وفی غسلهما فنقل القفال فی تفسیره عن ابن عباس وانس بن مالك وعکرمه والشعبی وابی جعفر محمد بن علی الباقر الواجب فیهما المسح وهو مذهب الامامیة وقال جمهور الفقهاء والمحدثین فرضهما الغسل

وقال داؤد الاصفهانی یجب الجمع بینهما وهو قول الناصر للحق من ائمة الزیدیة وقال الحسن البصری ومحمد بن جریر الطبری المکلف مخیر بین المسح والغسل

(معالم التنزیل امام بغوی) حجة من قال بوجوب المسح مبنی علی القرأتین المشهورتین فی قوله تعم وارجلکم

لوگوں نے مسح رجلین اور غسل رجلین میں اختلاف کیا ہے پس قفال نے اپنی تفسیر میں ابن عباس اور انس بن مالک اور عکرمہ اور شعبی و ابی جعفر محمد بن علی الباقر سے روایت کی ہے کہ واجب ان دونوں کا مسح ہے اور یہی امامیہ کا مذہب ہے اور تمام فقہاء و محدثین نے کہا ہے کہ دونوں کا دھونا واجب ہے۔

اور داؤد اصفہانی نے کہا ہے کہ ان دونوں میں جمع واجب ہے اور یہی قول ناصر للحق کا ہے آئمہ زیدیہ سے۔ اور حسن بصری اور محمد بن جریر طبری نے کہا ہے کہ مکلف کو اختیار ہے چاہے مسح کرے چاہے دھوئے)۔ جو لوگ مسح رجلین کے قائل ہیں انکی دلیل ان دونوں قرائتوں پر موقوف ہے کہ جو قول باری تعم وارجلکم میں ہیں

فقرا ابن کثیر وحمزه وابو عمرو و عاصم فی روایۃ ابی بکر عنہ بالجر وقرئ نافع وابن عامر وعاصم فی روایۃ حفص عنہ النصب

پس ابن کثیر اور حمزه اور ابو عمرو اور عاصم نے ابو بکر کی روایت میں جر پڑھا ہے۔

اور نافع اور ابن عامر اور عاصم نے روایۃ ابی جعفر میں نصب پڑھا ہے۔

فنقول اما القراءۃ بالجر فهی تقتضی کون الارجل معطوفۃ علی الرؤس فکما وجب المسح فی الرأس فکذ الک فی الارجل فان قیل لم لا یجوز ان یقال هذا کسر علی الجوار کما فی قولہ جحر ضب خرب وقولہ کبیر اناس فی بجاد مزمل

پس ہم (امام رازی) کہتے ہیں کہ اگر زیر پڑھا جائے تو اس کا مقتضی یہ ہے کہ لفظ ارجل معطوف ہو لفظ رؤس پر پس جسطرح سر پر مسح واجب ہے اسی طرح پیر پر پس اگر کہا جائے کہ یہ کہنا کیوں نہیں جائز ہے کہ یہ کسرہ عطف کیوجہ سے نہیں بلکہ یہ کسرہ ہمسائیگی کیوجہ سے ہے جیسا کہ عرب کی ان دو مثالوں جحر ضب خرب اور کبیر اناس فی بجاد مزمل میں خرب اور مزمل پر کسرہ ہے

تو ہم یہ جواب دینگے

قلنا هذا باطل من وجوہ الاول ان الکسر علی الجوار معدود فی اللحن الذی قد یحتمل لاجل الضرورۃ فی الشعر وکلام اللہ یجب تنزیہہ عنہ ثانیہا ان الکسر انما یصار الیہ حیث یحصل الامن من الالتباس کما فی قولہ جحر ضب خرب فان من المعلوم بالضرورۃ ان الخرب لا یکون نعتا للضب بل للجحر وفی هذہ الآیۃ الامن من الالتباس غیر حاصل

کہ یہ خیال چند وجہوں سے باطل ہے اوّل یہ کہ جر جوار ضرورۃ شعریہ کے موقع پر ہوتا ہے اور کلام خدا اس سے منزہ اور پاک ہے۔ دوسرے یہ کہ جر جوار کا خیال اُس وقت ہو سکتا ہے کہ التباس و اشتباہ کا خوف نہ ہو جیسا قول عرب جحر ضب خرب میں ہے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ خرب (خراب) ضب (گوہ) کی صفت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جحر (سوراخ) کی صفت ہو سکتا ہے اور اس آیت میں اشتباہ کا خوف موجود ہے ✦

اب تو مولوی صاحب کو اپنی ابلہ فریبی یاد آگئی ہوگی۔ کہ آپنے اپنا عیب دوسروں کے لگانا چاہا تھا اور جر جوار جو اہلسنت کا قول ہے اُسکو شیعوں کی طرف منسوب کرکے کسی بے عقل کو دھوکا دیکر اپنے دام فریب میں گرفتار کرنا چاہا تھا ایسے ملانٹوں سے حذر ہے

واما القراءۃ بالنصب فقالوا ایضا انها

لیکن اگر ارجل پر نصب پڑھا جائے تو انہوں نے

توجب المسح وذلک لان قولہ تعالی وامسحوا برؤسکم فرؤسکم فی محل النصب ولکنہا مجرورۃ بالباء فاذا عطفت الارجل علی الرؤس جاز فی الارجل النصب عطفا علی محل الرؤس والجر عطفا علی الظاهر

کہا ہے کہ یہ بھی مسح واجب کرتا ہے اسلئے کہ قولہ تعالی وامسحوا برؤسکم میں رؤسکم محل نصب میں ہے لیکن وہ با کیوجہ سے مجرور ہے پس جب ارجل کا رؤس پر عطف کردیا تو رؤس پر عطف محلی ہونیکی سبب سے ارجل پر نصب جائز ہوگیا نیز عطف علی الظاہر ہونیکی بنا پر جر جائز ہوگیا اور یہ نحویوں کا مشہور مذہب ہے۔

یہ وہی عطف محلی ہے جس کو آپ اپنے خیال میں ناجائز تصور کرتے تھے مگر آپ کے امام صاحب اس کو نہ صرف جائز بلکہ نحویوں کا مشہور مذہب ظاہر کرتے ہیں۔ اب آپ بتلائیں کہ میں آپ کو دروغگو کہوں یا آپ کے امام صاحب کو۔

اذا ثبت هذا فنقول ظهر انہ یجوز ان یکون عامل النصب فی قولہ وارجلکم هو قولہ وامسحوا ویجوز ان یکون هو قولہ واغسلوا لکن العاملان اذا اجتمعا علی معمول واحد کان اعمال الاقرب اولی فوجب ان یکون عامل النصب فی قولہ وارجلکم هو قولہ وامسحوا فثبت ان قراءۃ وارجلکم بنصب اللام توجب المسح ایضا فهذا وجہ الاستدلال بهذہ الآیۃ علی وجوب المسح۔

جب یہ ثابت ہوگیا تو ہم (امام رازی) کہتے ہیں کہ یہ امر ظاہر ہوگیا کہ ارجلکم کے لئے جائز ہے کہ اس کا عامل امسحوا ہو۔ اور جائز ہے کہ اغسلوا ہو۔ لیکن جب ایک معمول پر دو عامل جمع ہو جائیں تو جو زیادہ قریب ہو اس کا عامل بنانا بہتر ہے پس واجب ہے کہ ارجلکم میں نصب کا عامل امسحوا ہو پس ثابت ہوگیا کہ ارجلکم کے لام کو زبر پڑھنا بھی مسح کو واجب کرتا ہے یہ استدلال ہے اس آیت سے وجوب مسح پر۔

یہ وہی قراۃ نصب ہے جس پر آپ بہت خوش تھے کہ اس سے تو غسل ہی ثابت ہوتا ہے اور کہتے تھے کہ ارجلکم اغسلوا سے متعلق ہے مگر آپکے امام صاحب نے تصریحاً بتلادیا کہ ارجلکم کا تعلق اغسلوا سے بالکل ناجائز ہے اور امسحوا سے ضروری ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس قراۃ پر بھی مسح ہی واجب ہے اور غسل ناجائز

ثم قالوا ولا یجوز دفع ذالک بالاخبار لانها باسرها من باب الاحاد ونسخ القرآن بالخبر الواحد لا یجوز۔

پھر ان لوگوں نے کہا ہے کہ یہ استدلال اخبار سے بھی دفع نہیں ہو سکتا کیونکہ جسقدر اخبار ہیں سب آحاد ہیں اور قرآن خبر واحد سے منسوخ نہیں ہو سکتا۔

امام صاحب نے یہ بھی بتلا دیا کہ قرآن مجید سے مسح کے سوا غسل ثابت نہیں ہو سکتا

ظہر القدمین والثانی انہم سلموا ان الکعبین عبارۃ عن العظمین الناتئین من جانبی الساق الا انہم التزموا انہ یجب ان یمسح ظہر القدمین الی ھذین الموضعین وحینئذ لا یبقی ھذا السوال

دونوں قدموں کے۔ اور دوسرا یہ ہے کہ ان لوگوں نے تسلیم کیا ہے کہ کعبین سے مراد وہ دونوں ہڈیاں ہیں کہ جو پنڈلیوں کے دونوں پہلوؤں میں لگی ہیں لیکن ان لوگوں نے اس امر کی پابندی کی ہے کہ واجب ہے کہ قدموں کے اوپر مسح کیا جائے اور اس صورت میں یہ سوال بھی باقی نہیں رہتا

لیجئے اب آپ کے امام صاحب نے مان لیا کہ جو تاویلیں ہم کرنا چاہتے تھے ان کا دروازہ بھی بند ہو گیا۔ اور اب اہل سنت کا کوئی اعتراض شیعوں کے مدعیٰ پر نہیں رہا جس کا حاصل یہ ہوا کہ از روئے قرآن وحدیث وعقل مسح رجلین ثابت ہو گیا۔ البتہ اگر ان سب سے دستبردار ہو جاوے تو غسل رجلین کا خیال پیدا ہو سکتا ہے (تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی الاشعری جلد ۳ صفحہ ۳۸۲ تا صفحہ ۳۸۴) یہ نہ خیال ہو کہ صرف امام رازی بھٹک کر ہمارے ساتھ ہو گئے نہیں بلکہ اجلہ علماء اہل سنت کثیر التعداد حدیثیں نقل کرکے ہمارے ہمخیال بنا چاہتے ہیں اگر میں انکی تفصیل پیش کروں گا تو بہت طول ہوگا اور ہمارے نازک مزاج ناظرین گھبرا جائیں گے اسلئے مختصر طور پر چند حدیثیں مع ترجمہ و حوالہ پیش کیجاتی ہیں۔ صاحب کنز العمال ارشاد فرماتے ہیں اور علامہ جلال الدین سیوطی اپنی تفسیر درمنثور میں اس کی تائید فرماتے ہیں۔

(۲) انہ لا یتم صلوٰۃ احدکم حتی یسبغ الوضوء فیغسل وجھہ ویدیہ الی المرفقین ویمسح راسہ ورجلیہ الی الکعبین (کنز العمال مطبوعہ حیدرآباد دکن جلد ۵ صفحہ ۹۳)

تم میں سے کسی کی نماز تمام نہیں ہو سکتی جبتک کہ اس طرح پورا وضو نہ کرے جس طرح خدا نے حکم دیا ہے کہ اپنا چہرہ اور کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوئے اور سر اور کعبین تک پیروں پر مسح کرے

(۳) عن عباد بن تمیم عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ توضأ ومسح بالماء علی رجلیہ (کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۱۰۲ مطبوعہ حیدرآباد)

عباد بن ابن تمیم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا اور دونوں پاؤں پر مسح کیا

(۴) عن ابن عباس قال الوضو غسلتان ومسحتان (ر جلد ۵ صفحہ ۱۰۳)

ابن عباس سے مروی ہے کہ وضو میں دو غسل اور دو مسح ہیں۔

(۵) عن ابن عباس قال افترض اللہ غسلتین ومسحتین الا تری انہ ذکر التیمم فجعل مکان الغسلتین مسحتین وترک المسحتین (ر جلد ۵ صفحہ ۱۰۳)

ابن عباس سے مروی ہے کہ خداوند عالم نے دو غسل اور دو مسح واجب کئے ہیں کیا نہیں دیکھتے کہ اس نے تیمم کا ذکر کرکے غسل کے مقام پر مسح کو واجب کیا اور مسح کے مقام کو چھوڑ دیا

البتہ قرآن کو چھوڑ کر اگر موضوع روایات پر توکل کیا جائے تو غسل ہو سکتا ہے مگر اخبار بھی آحاد ہیں۔ بھلا تم اہل قرآن کہلا کر قرآن کو چھوڑ کے خبر واحد پر عمل کرتے ہو۔ شرم۔

واعلم انہ لا یمکن الجواب عن ھذا الا بوجہین الاول ان الاخبار الکثیرۃ وردت بایجاب الغسل والغسل مشتمل علی المسح ولا ینعکس فکان الغسل اقرب الی الاحتیاط فوجب المصیر وعلی ھذا الوجہ یجب القطع بان غسل الرجل یقوم مقام مسحھا۔

جان تو تحقیق کہ اس کا جواب سوائے دو صورتوں کے نہیں ہو سکتا۔ اول یہ ہے کہ اکثر خبریں دھونے کے حکم میں وارد ہوئی ہیں اور غسل مسح کو مشتمل ہے اور اس کا عکس نہیں پس دھونا احتیاط سے زیادہ قریب ہے پس اس طرف جانا واجب ہے اور اس وجہ پر یہ یقین کر لینا ضروری ہے کہ پیر دھونا مسح کا قائم مقام ہے۔

لیجئے امام صاحب نے بھی بتلا دیا کہ شیعوں کا مدعا مسح [illegible] ادلہ سے ثابت ہوا ان کا جواب کسی سے نہیں ہو سکتا۔ البتہ اگر ہو سکتا ہے تو صرف اس طرح کہ غسل سے مسح بھی ہو جاتا ہے تو گویا غسل میں احتیاط ہے اگرچہ اصل میں احتیاط بھی نہیں گویا غسل کو مانا بھی تو مسح کی بدولت ورنہ درحقیقت غسل کوئی شئی نہیں [illegible] ی لئے چلتے چلتے کہہ گئے کہ غسل کو مستقل واجب نہ سمجھنا بلکہ مسح کا قائم مقام سمجھنا مجھے اسوقت مولوی صاحب کی نئی منطق خوب یاد آ گئی آپ کو رٹ لگی ہوئی تھی کہ اصل و بالذات غسل ہے اور مسح اس کا خلیفہ اور قائم مقام ہے لیکن امام صاحب فرماتے ہیں کہ مسح اصل ہے اور غسل اس کا قائم مقام ہے۔ اب کیونکر کہوں کہ مولوی صاحب سچے ہیں یا ان کے امام صاحب۔ لطیفہ یہ کہ اصل اور خلیفہ کی شان کچھ ایسی ملتی جلتی ہے کہ امام صاحب اور مولوی صاحب آج تک یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ اصل کون ہے اور خلیفہ کون ہے۔ سچ ہے اگر خلیفہ کو پہچان لیا ہوتا تو آج اس طرح بھٹکتے نہ پھرتے۔

والثانی ان فرض الرجلین محدود الی الکعبین والتحدید انما جاء فی الغسل لا فی المسح

دوسرے یہ کہ فرض رجلین کعبین تک محدود ہے اور تحدید غسل کے سوا مسح کی نہیں ہوئی۔

یہ وہی دلیل ہے کہ جس کو مولوی صاحب نے بڑے زور و شور سے پیش کیا تھا مگر اب اس کا جواب سنیں اور امام صاحب کے قائل ہو جانے کو دیکھیں۔

والقوم اجابوا عنہ بوجہین الاول ان الکعب عبارۃ عن العظم الذی تحت مفصل القدم وعلی ھذا التقدیر فیجب المسح علی

اور قوم نے اس کا دو طرح سے جواب دیا ہے اول یہ کہ کعب اس ہڈی کو کہتے ہیں کہ جو قدم کے جوڑ کے نیچے ہے اور اس بنا پر مسح واجب ہے پشت پر

(۶) عن الثعلبی قال اما جبرئیل فقد نزل بالمسح علی القدمین (۲)

ثعلبی سے مروی ہے کہ جبرائیل تو مسح علے القدمین ہی کا حکم لے کر آئے۔

(۷) عن الثعلبی قال نزل القرآن بالمسح

ثعلبی سے مروی ہے کہ قرآن میں مسح کا حکم ہے

(۸) عن حمران قال دعی عثمان بماء فتوضأ ثم ضحک فقال الا تسألونی مم اضحک قالوا ما یضحکک قال رأیت رسول اللہ صلعم توضأ کما توضأت فمضمض واستنشق وغسل وجہہ ثلاثا ویدیہ ومسح براسہ وظہر قدمیہ

حمران سے مروی ہے کہ عثمان نے پانی طلب کیا اور وضو کرکے ہنسے اسکے بعد کہا کہ کیوں نہیں مجھ سے پوچھتے کہ میں کیوں ہنسا لوگوں نے کہا اے امیر المومنین کس چیز نے آپکو ہنسایا جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ کو اسطرح وضو کرتے دیکھا جس طرح میں نے وضو کیا کہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور تین تین مرتبہ منہ دھویا اور دونوں ہاتھ دھوئے اور سر اور قدموں کی پشت پر مسح کیا

(۹) عن حمران قال رأیت عثمان دعی بماء فغسل کفیہ ثلاثا ومضمض واستنشق وغسل وجہہ ثلاثا وذراعیہ ثلاثا ومسح براسہ وظہر قدمیہ ص۱۰

حمران کہتا ہے میں نے دیکھا کہ عثمان نے پانی طلب کیا پس دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے اور کلی کی ناک میں پانی ڈالا اس کے بعد منہ اور دونوں ہاتھ تین تین مرتبہ دھوئے اسکے بعد سر اور پیروں پر مسح کیا

معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت بھی اس طرح کے خیالی پلاؤ پکائے جاتے تھے جیسے آج جن کا امیر عثمان نے اپنے عمل سے فیصلہ کر دیا اگر اب بھی انکے مرید نہ مانیں تو اسکے معنے یہ ہیں کہ اپنے خلیفہ سے ضد ہے۔

(۱۰) عن ابی مطر بینا نحن جلوس فی المسجد مع علی اذ جاء رجل الی علی وقال ارنی وضوء رسول اللہ فدعی قنبر فقال ائتنی بکوز من ماء فغسل وجہہ ویدیہ ثلاثا وادخل بعض اصابعہ فی فیہ واستنشق ثلاثا وغسل ذراعیہ ثلاثا ومسح راسہ ثم قال یعنی الاذنین خارجہما من الراس وباطنہما من الوجہ ورجلیہ الی الکعبین (۲) صفحہ

ابو مطر سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم علی کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص علی کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ مجھے رسول اللہ کا وضو دکھلائیے پس آپ نے قنبر کو بلایا اور فرمایا کہ ایک کوزہ میں پانی لے آؤ پس آپ نے تین تین بار منہ اور دونوں ہاتھ دھوئے اور اپنی بعض انگلیاں منہ میں داخل کرکے تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا اسکے بعد اپنے دونوں ہاتھ دھوئے اور سر پر مسح کیا پھر فرمایا کہ کانوں کو کنارہ کا حصہ سر اور باطن کو چہرہ سے اسکے بعد پیر پر کعبین تک مسح کیا

(۱۱) ان النبی توضأ فغسل وجہہ ثلاثا ویدیہ

تحقیق کہ نبی نے وضو کیا پس منہ تین مرتبہ دھویا

مرتین ومسح راسہ ورجلیہ مرتین (۲)

اور ہاتھ دو مرتبہ اور سر اور دونوں پیروں پر دو مرتبہ مسح کیا

اسی طرح مسند احمد بن حنبل میں بکثرت احادیث مذکور ہیں جن سے چند بطور نمونہ ہدیۂ ناظرین کیجاتی ہیں۔

(۱۲) ان رسول اللہ قال انہ لا تتم صلوٰۃ احدکم حتی یسبغ الوضوء کما امرہ اللہ یغسل وجہہ ویدیہ الی المرفقین ویمسح براسہ ورجلیہ الی الکعبین۔

سرور کائنات نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کی نماز تمام نہیں ہو سکتی جب تک کہ اسی طرح پورا وضو نہ کرے کہ جس طرح خدا نے حکم دیا ہے یعنی منہ اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے اور سر اور پیروں پر کعبین تک مسح کرے

اب بتلاؤ کہ یہ تفسیر لفظ بلفظ قرآن مجید کا ترجمہ ہے یا نہ اور آیا از روئے قواعد نحو صحیح ہے یا غلط۔ اگر غلط ہے تو کیوں اور اگر صحیح ہے تو بتلاؤ کہ رسول کی تفسیر مانیں یا تمہاری۔

(۱۳) اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس فی قولہ وامسحوا برؤسکم وارجلکم قال ھو المسح۔

ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے قول باری تعالیٰ وامسحوا برؤسکم وارجلکم کے بارے میں روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد مسح ہے

(۱۴) اخرج عبد الرزاق وابن ابی شیبہ وابن ماجہ عن ابن عباس ابی الناس الا الغسل ولا اجد فی کتاب اللہ الا المسح

عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ لوگوں کو ضد ہے کہ وہ پیر کا غسل ہی کریں گے اور میں کتاب خدا میں مسح کے سوا پاتا ہی نہیں۔

(۱۵) اخرج سعید بن منصور وابن ابی شیبہ وابن جریر عن انس قیل لہ ان الحجاج خطبنا فقال اغسلوا وجوہکم وایدیکم وامسحوا برؤسکم وارجلکم وانہ لیس شیء من ابن آدم اقرب الی الخبیث من قدمیہ فاغسلوا بطونہما وظہورہما وعراقیبہما فقال انس صدق اللہ وکذب الحجاج قال اللہ وامسحوا برؤسکم وارجلکم وکان انس اذا مسح قدمیہ بلہما۔

سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے انس سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے اس سے کہا کہ ہم میں حجاج نے خطبہ پڑھا اور یہ آیت پڑھی اغسلوا وجوہکم وایدیکم وامسحوا برؤسکم وارجلکم اس کے بعد کہا کہ ابن آدم میں قدموں سے زیادہ کوئی چیز نجاست سے نزدیک نہیں لہذا ان کے ظاہر و باطن دھوئیں انس نے کہا کہ خدا نے سچ کہا ہے اور حجاج نے جھوٹ کہا کیونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ سروں اور پیروں پر مسح کرو اور انس کی یہ عادت تھی کہ وہ جب پیروں پر مسح کرتے تھے تو انکو تر کر دیتے تھے۔

ہمارے مخاطب اوران کے ہواخواہوں کو غالباً ابن عباس سے تو ضد ہوگی۔کیونکہ وہ ایک تو قریش اور پھر بنی ہاشم سے تھے اور سرورکائنات کے ابن عم تھے۔ اس پر طرہ یہ کہ امیرالمومنین علی بن ابی طالب کے چچازاد بھائی اور حسنین علیہم السلام کے چچا اور اہلبیت رسول رجن کی مودت ومحبت کا قرآن مجید میں حکم صریح ہے) دوستدار تھے۔ اور صاف طبع اور حق گو تھے اس لیے ان کے روایات کو بہت گری ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوں گے بھلا اُمت کو قرآن سے کیا کام البتہ اگر وہ بھی اپنے دیگر ہمعصروں کی طرح رسول وآل رسول کی دشمن ہوتے قرآن سے عند کرتے خدا کو خواب میں دیکھ دیکھ کر اس سے لڑتے اور اس کا صریحی حکم چھوڑ کر ولی فرمایشات پر عمل کرتے اور کراتے تو شاید ان کے روایات نظر وقعت سے دیکھے جاتے خیر اگر وہ قابل اعتبار نہیں توانس جیسے لوگ تو ان کی نظر میں بہت باوقار ہیں۔کاش انہی کے سمجھائے سے سمجھ میں آجائے مگر نہیں ایسا کبھی نہ ہوگا ورنہ حجاج بن یوسف ثقفی جیسے سفاک اور دشمن عترت رسول کی سنت ٹوٹ جائیگی کیونکہ وہ عداوت رسول و آ[ل] رسول میں یکتائے زمانہ تھا۔ افسوس

(۱۶) اخرج عبدالرزاق وابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن جریر عن الشعبی قال نزل جبرئیل بالمسح علی القدمین الاترے ان التیمم ان یمسح ما کان غسلاً ویلغی ما کان مسحاً

عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ اور عبدبن حمید اور ابن جریر نے شعبی سے نقل کیا ہے کہ جبرئیل قدمین پر مسح کا حکم لیکر آئے کیا تم نہیں دیکھتے کہ تیمم میں اس مقام پر مسح کا حکم ہے کہ جہاں وضو میں غسل کا حکم تھا اور جہاں مسح تھا وہاں چھوڑ دیا جاتا ہے۔

(۱۷) واخرج عبد بن حمید عن الاعمش والنحاس عن الشعبی قال نزل القرآن بالمسح وجرت السنۃ بالغسل۔

عبدبن حمید نے اعمش سے اور نحاس نے شعبی سے روایت کی ہے کہ قرآن میں مسح کا حکم آیا۔مگر طریق وسلوک میں غسل رواج پاگیا۔

اب میرے منصف مزاج برادران اسلامی ملاحظہ فرمائیں کہ قرآن مسح کا حکم دے رہا ہے۔اور سنت غسل کی جاری ہے نہ معلوم یہ قرآن وسنت میں ضد کیوں اور کیسے ہے۔ آیا یہ رسول کی سنت ہے یا نافرمان اُمت کی۔اگر معاذ اللہ رسول کی سنت ہے تو ایسا رسول رسالت کے قابل نہیں ہوسکتا جو حکم خدا کے خلاف حکم دیتا اور عمل کراتا ہو اور پھر رسول بھی وہ جس کے لئے قرآن مجید کا ارشاد ہو ماینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی کبھی اپنی

خواہش نفس سے نہیں بولتا جب بولتا ہے وحی کی ترجمانی کرتا ہوا بولتا ہے کیا ایسا رسول جو ممدوح خدا ممدوح قرآن ہو حکم خدا کی مخالفت کرسکتا ہے استغفر اللہ۔

معلوم ہوا کہ یہ رسول کی سنت نہیں بلکہ ان نام نہاد مسلمانوں کی سنت ہے کہ جنہوں نے کلام خدا کو بالائے طاق رکھ کر سنت رسول کو پس پشت ڈال کر شیطان کو دلیل راہ بنا کر ہوا وہوس نفسانی کو شاہراہ مقصود سمجھ کر اندھوں کی طرح قدم اٹھانا شروع کر دیئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود بھی راستہ بھولے اور ساتھ والوں کو بھی ہمیشہ کے لئے گمراہ کر دیا اگر ایسی ہی راستوں کا نام سنت ہے تو ایسی سنت کو ہمارا سلام ہم تو اس سنت کے رہرو ہیں جس کے بارے میں آلہی ارشاد ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

(۱۸) اخرج عبدالرزاق وابن جریر عن ابن عباس قال الوضو غسلتان ومسحتان

عبدالرزاق اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وضو میں دو غسل اور دو مسح ہیں۔

(۱۹) اخرج ابن ابی شیبہ عن عکرمہ مثلہ

ابن ابی شیبہ نے عکرمہ سے بھی ایسی روایت کی ہے

(۲۰) اخرج عبدالرزاق وعبد بن حمید عن ابن عباس قال افترض اللہ غسلتین ومسحتین الاترے انہ ذکر التیمم فجعل مکان الغسلتین مسحتین وترک مسحتین۔

عبدالرزاق اور عبدبن حمید نے ابن عباس سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ خدا نے دو غسل اور دو مسح واجب کئے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے تیمم کا ذکر کرکے غسل کے مقام پر مسح واجب کر دیا اور مسح کے مقام کو چھوڑ دیا۔

(۲۱) اخرج ابن جریر وابن المنذر مثلہ

ابن جریر اور ابن منذر نے اسکے مثل بیان کیا ہے۔

امام بغوی معالم التنزیل میں کہتے ہیں کہ مسح ابن عباس ابن مسعود۔سلمان فارسی۔ ابوذر غفاری۔عمار یاسر۔انس بن مالک اور تمام ائمہ اہل بیت کا مذہب ہے۔اب مسلمانوں کو اختیار ہے۔چاہے اہل بیت رسول کا ساتھ دیں یا ان کے دشمنوں کا۔

عینی شرح صحیح بخاری میں رفاعہ۔حسن۔ابو علی۔حافظ ابن حبان۔حافظ ابن حزم عبداللہ بن زید سے اور کتاب ناسخ ومنسوخ میں ابن شاہین۔اوس بن اوس سے سنن ابوداؤد میں ابن عباس سے مسند عثمان میں احمد بن علی قاضی سے مروی ہے کہ سرورکائنات پیروں پر مسح کرتے تھے۔(عینی شرح صحیح بخاری)

کتاب حدائق الانہار فی شارق الانوار میں ہے کہ اہل سنت نے ظاہر احادیث کی

بنا پر غسل اختیار کیا۔ اور اہل تشیع نے ظاہر قرآن کی وجہ سے مسح اختیار کیا۔ شعبی کہتے ہیں کہ قرآن میں مسح کا حکم آیا اور غسل سنت ہے۔ امام رازی کہتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام پیروں پر مسح کرتے تھے۔ کنز العمال میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر دین رائے سے بدل سکتا تو ظاہر قدم سے باطن قدم زیادہ حق دار معلوم ہوتے ہیں مگر میں نے خود رسول اللہ کو دیکھا ہے کہ آپ نے ظاہر قدمین پر مسح فرمایا۔ مسند احمد بن حنبل میں مذکور ہے کہ ابن ملک اشعری نے اپنی قوم سے کہا کہ جمع ہو جاؤ تاکہ میں تمہارے ساتھ ویسی نماز پڑھوں جیسی رسول اللہ پڑھتے تھے اس کے بعد پانی طلب کیا۔ پھر کلی کر کے ناک میں پانی ڈالا اور منہ اور ہاتھ دھو کر سر اور پیروں پر مسح کیا۔ کتاب خیر الجاری میں ملا یعقوب لاہوری رفاعہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ سرور کائنات کی خدمت میں حاضر تھا پس آپ نے وضو کیا اور سر اور پیروں پر مسح کیا ابن حجر عسقلانی نے بیان کیا ہے کہ سرور کائنات نے پیروں پر مسح کیا۔ جامع الاصول میں اعمش سے مروی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرا خیال تھا کہ ظاہر قدم سے باطن قدم زیادہ حقدار ہیں۔ مگر میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ آپ ظاہر قدم پر مسح کرتے ہیں صحیح بخاری میں ابن عمر سے اسی کی ہم معنے روایت موجود ہے۔

تفسیر در منثور سیوطی میں عبدالرزاق ابن ابی شیبہ۔ ابن ماجہ۔ ابن عباس سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ لوگوں کو ضد ہے پیر دھونے کی اور ہمیں کتاب اللہ میں مسح کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

مسلمانو! ذرا انصاف سے کام لو کیا اس قدر دلائل و براہین اور ارشاد باری اور روایات و احادیث رسول اکرم دیکھنے کے بعد بھی تم کو مسح رجلین کے واجب ہونے میں شبہ ہو سکتا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر تمہارا خدا ایک ہے اسلام برحق ہے قرآن صادق اور رسول سچا ہے اگر تمہارے دل میں عترت رسول کی عزت اور اصحاب اخیار کا وقار ہے تو تم ہرگز اس قرآنی تعلیم سے انکار نہیں کر سکتے اور مسح رجلین کے واجب اور غسل رجلین کے ناجائز ہونے کو نہیں بھول سکتے۔ وما علینا الا البلاغ

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین ۵

احقر مرزا یوسف حسین عفی عنہ